ماہنامہ **خالد** ربوہ

فروری ۱۹۶۴ء

۶۲ - ۶۳ء کیلئے مجلس کراچی علم انعامی کی حقدار قرار پائی -
اراکین صدر محترم و امیر جماعت کراچی کیساتھ -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــــ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

ادارۂ تحریر

مدیر:- رفیق احمد ثاقب ؛ نائب: لطف الرحمٰن محمود

جلد ۱	تبلیغ ۱۳۴۳ ہش	فروری سنہ ۱۹۶۴ء	شمارہ ۲

ترتیب

(سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ادارہ

گفت و شنید

خالد مجلس خدام الاحمدیہ کا مرکزی ترجمان اور ہر احمدی نوجوان کے دل کی آواز ہے۔ اس کی افادیت کو قائم رکھنا بلکہ ہر آن اسے بڑھاتے رہنا ادارہ کا نصب العین ہے۔ رسالہ کے متعلق قارئین کرام کے رنگارنگ کے جذبات و تاثرات ہمیں موصول ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہم بالعموم ان کی اشاعت سے گریز بھی کرجاتے رہے ہیں لیکن دوستوں کی اس قوی دلیل کو تسلیم کئے بنا بن نہیں پڑتی کہ قارئین سے حُسنِ تعلق اور دلچسپی بڑھانے کی خاطر ضروری ہے کہ اُن کے خیالات اور مفید تجاویز سے وقتاً فوقتاً رسالہ کو مزین کیا جاتا رہے۔ چنانچہ آج کی صحبت میں نمونۃً ہم اپنے دو کرمفرماؤں کے تاثرات درج کر رہے ہیں۔ ادارہ قارئین کے ردِ عمل کا منتظر رہیگا۔

۱۔ مکرم ملک احسان اللہ صاحب سابق مبلغ اسلام مغربی افریقہ (حال ربوہ) مدیر کے نام خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

"..... خالد ماہ جنوری میری نظر سے گزرا۔ پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ ہر ایک مضمون بلکہ مضمون کی ہر ایک سطر ایک گونا گوں خوشی اور روحانیت پیدا کرنے کا موجب ہوئی ..... ایسے رسالہ سے مجھے ایک طبعی عشق ہے جس کی ترتیب میں پہلے قرآن کریم پھر احادیث اور ازاں بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک کلمات ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ علمی اور تاریخی مضامین ہوں۔ اور اس کا مقصد پڑھنے والوں میں قربانیوں میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہو یہ سب باتیں آپ کے رسالہ میں بدرجہ اولیٰ دیکھنے میں آئیں۔ آپ ازراہِ کرم یہ رسالہ میرے نام جاری فرما کر ممنون فرمائیں ..... محترم سید فضل الرحمٰن صاحب فیضی ایسے اصحابِ علم و بصیرت کے مضامین رسالہ میں آتے رہنے چاہئیں۔ اس سے پڑھنے والوں کا علمی و عملی جذبہ ترقی کرتا ہے ..... آپ نے صدرِ محترم کی گزشتہ سالانہ اجتماع کی (افتتاحی) تقریر کا متن شائع کرکے گویا ایک اور جلسہ کا انعقاد فرما دیا ہے۔ اس کے بعض فقرات ایسے ہیں جو آپ کو قوم کو بیدار کرنے کے لئے ہر رسالہ کے ہر صفحہ کے نیچے موٹے الفاظ میں لکھتے رہنا چاہئیے۔ تا قوم کے نوجوانوں کو معلوم ہو کہ اُن سے کس قسم کا روحانی انقلاب پیدا کرنا مطلوب ہے۔"

۲۔ مکرم نثار احمد صاحب جہانیاں سے یوں رقمطراز ہیں:-

"ماشاء اللہ رسالہ **خالد** اپنی معنوی و صوری خوبیوں کے لحاظ سے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ ترتیب و تدوین بھی بہتر ہے۔ لیکن اگر مندرجہ ذیل گزارشات کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو امید ہے یہ رسالہ اور بھی دلچسپ اور مفید ہو سکتا ہے۔ مثلاً مسائل فقہ، صحت کے متعلق مضامین، شکاریات، مہم جوئی اور احمدی مشاہیر سے انٹرویو وغیرہ بھی آتے رہنے چاہئیں۔ ان سب عنوانات پر کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کردہ مواد بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ رسالہ نہ صرف احمدی نوجوانان میں مقبول ہوگا بلکہ اغیار میں بھی پسندیدہ نظر سے دیکھا جا سکتا ہے۔"

معارف القرآن

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (آل عمران ۱۳۴/۱۳۵)

ترجمہ:- اور اپنے رب کی طرف سے نازل ہونیوالی بخشش (کی طرف) جلدی بڑھو اور اس جنت کی طرف (بھی) جس کی قیمت آسمان اور زمین ہیں اور جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (ان کے لئے) جو خوشحالی (میں بھی) اور تنگدستی میں (بھی، خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنیوالے ہیں۔ اور اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔

تشریح:- پہلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی احکام کی اتباع سے مسلمان مغفرت بھی حاصل کر سکتے ہیں اور جنت (یعنی رضاء الٰہی) بھی، جس کا مل جانا ایسا ہے جیسا کہ زمین و آسمان کا سب کچھ مل جانا۔ اس آیت میں گویا لوگوں کے اس اعتراض کا جواب بھی ہے کہ تجارت اور دنیا کے دوسرے معاملات سود کے بغیر نہیں چل سکتے ——— عرضها السّمٰوٰت والارض میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو اس دنیا میں بھی جنت ملے گی اور آخرت میں بھی۔

دوسری آیت میں متقین کی بعض علامات بیان ہوئی ہیں۔ عام لوگ بالعموم آسائش کے زمانہ میں پڑ کر انفاق فی سبیل اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور تنگدستی کی حالت میں ویسے ہی ڈرتے ہیں مگر جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے متقین ان دونوں حالتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر یہاں لوگوں سے معاملہ کے تین تدریجی مقام بیان ہوئے ہیں۔ پہلا کظم غیظ، اس سے بڑھ کر عفو اور اس سے بڑھ کر احسان۔ کظم غیظ یہ ہے کہ شدید سے شدید غصہ پر قابو پالے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں تعریف اس امر کی نہیں کی گئی کہ غصہ آئے ہی نہیں بلکہ قابل تعریف امر یہ ہے کہ متقین مغضوب الغضب نہیں ہوتے۔

ایک واقعہ:- کہتے ہیں حضرت امام حسن رضؓ کے پاس نوکر شوربہ سے بھرا ہوا پیالہ لایا۔ جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالہ آپ کے سر پر گر پڑا! آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ یہ سن کر حضرت امام رضؓ نے فرمایا کظمت۔ غلام نے پڑھا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ آپ نے فرمایا میں نے عفو کیا۔ غلام نے آگے پڑھ دیا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد بھی کر دیا۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابنِ آدم کا زیادہ سے زیادہ حق

حضرت عثمان بن عفان رضؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی کا حق ان چیزوں کے سوا کچھ نہیں کہ ایک گھر ہو جس میں سکونت کرے اور کپڑا جس سے تن ڈھانکے اور روکھی سوکھی روٹی اور پانی۔ (ترمذی)

اللہ کے رسول کی سنّت

حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی ازواج مطہرات کے پاس آئے تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کا حال پوچھیں۔ جب ان کو اس کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اسے ناکافی خیال کیا اور کہا کہ کہاں ہم گناہ گار بندے اور کہاں رسول اللہ! جن کے اگلے پچھلے گناہ معاف۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو تمام رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور نکاح نہیں کروں گا۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسی ایسی باتیں کہیں؟ سنو! میں تم سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں۔ اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں مگر سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ پس جو میری سنّت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

روزہ دار کا اجر اور دو خوشیاں

حضرت ابوہریرہ رضؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابنِ آدم کے روزے میرے لئے ہیں اور میں خود اس کا اجر ہوں اور روزے ڈھال کے طور پر ہیں پس جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ بیہودہ گوئی اور فحش کلامی سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا لڑائی کا ارادہ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اور سنو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بہتر ہے اور روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں۔ ایک جب وہ روزہ کھولتا ہے تو روزہ کھولنے کے سبب خوش ہوتا ہے۔ اور دوسری خوشی تب دیکھے گا جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ (بخاری)

مکروہ دعوت

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہایت بُرا ہے اس ولیمہ کا کھانا جس میں صاحب حیثیت لوگ تو بلائے گئے ہوں مگر غرباء چھوڑ دیئے جائیں۔ (بخاری و مسلم)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میرے اغراض و مقاصد کو پورا کرو

"اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا۔ اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدمِ ضرورت پر زور دیتا ہے پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے۔ تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنی ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو۔ اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ۔ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہؓ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشاء کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔"

(الحکم ۳۱ اگست سنہ ۱۹۰۲ء)

"گریۂ بے اختیار"

بیادگار قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

(از حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری یادگار حضرت امیر مینائی)

مخدوم و محبوب جماعت قمر الانبیاء سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی وفات حسرت آیات پر تمام جماعت کو جس صدمہ و اندوہ سے دوچار ہونا پڑا ہے وہ ظاہر ہی مگر بعض حضرات پر صدمہ کا اثر اُتنا ظاہر نہیں ہوتا جتنا صدمہ انھیں ہوتا ہے اور بعض حضرات پر صدمہ کا اثر نمایاں طور پر ظاہر ہو جاتا ہی مخدوم و معظم حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب مدظلہٗ انھیں میں سے ہیں۔ آپ علیل تو مدت سے چلے آتے ہیں مگر اس صدمۂ عظیم نے آپ کی حالت تشویشناک حد تک پہنچا دی تھی۔ مندرجہ ذیل نظم آپ ہی کے دکھتے ہوئے دل کی درد انگیز صدا ہے۔

حضرت قمر الانبیاء نور اللہ مرقدہٗ کے حادثۂ وفات پر ابھی چند ہی روز گزرے ہوں گے کہ ایک عزیز آپ کے لئے تحفۃً پھولوں کی ایک چھوٹی سی ٹوکری لائے۔ جو اصحاب تشریف رکھتے تھے انھوں نے شاید آپ کی مغموم طبیعت کو دوسری طرف متوجہ کرنے کے لیے فصل بہار میں رنگا رنگ پھولوں کی فرحت بخش نکہتوں قمری و بلبل کے ترانوں اور زمزموں کا ذکر شروع کر دیا۔ جب وہ اصحاب تشریف لے گئے تو آپ نے پھولوں کی ٹوکری مکان میں بھجوا دی۔ اُس وقت مکرم شیخ ریاض محمود صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور آپ کے پاس بیٹھے آپ کا جسم داب رہے تھے جب وہ بھی رخصت ہونے لگے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ جو احباب آپ سے پہلے تشریف لے گئے ہیں وہ تو گل و بلبل کا ذکر فرماتے رہے اور میری طبیعت اس کے خلاف موزونیت شعر کی طرف مائل رہی اور کچھ اشعار موزوں ہو گئے ہیں میں تو ناتوانی کی وجہ سے لکھ نہیں سکتا آپ انھیں لکھ دینے کے بعد تشریف لے جائیں چنانچہ انہوں نے وہ اشعار لکھ دیئے دوسرے دن جب آپ نے وہ اشعار پڑھے تو کچھ اشعار اور بڑھا دیئے اور نظم کی صورت یہ ہو گئی جو درج ذیل ہے۔

یہ اشعار آپ نے کوئی وزن یا قافیہ و ردیف پہلے سے تجویز کرنے کے بعد موزوں نہیں فرمائے بلکہ آپ کئی مہینے پہلے اسی زمین میں بہت سے اشعار موزوں کر چکے تھے سلسلہ کے رسالہ اور اخبار پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب مدظلہٗ جس زمین میں بھی فکر فرمائیں سینکڑوں اشعار موزوں ہو جانے کے بعد بھی آپ کی طبیعت بس نہیں کرتی۔ اس لحاظ سے آپ کی نظر میں تو

ابھی یہ نظم ناتمام بھی ہے اور محتاجِ ترتیب بھی مگر چونکہ آپ علیل ہیں اور بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اور آپ کے شدتِ احساس کی حالت یہ ہے کہ حضرت قمر الانبیاء طاب ثراہٗ و فی الفردوس مأواہٗ کے حادثۂ وفات پر چار مہینے سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر آپ کی حالت دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حادثۂ دل خراش و روح فرسا آج ہی واقع ہوا ہے اور اس نظم کے سامنے رہنے سے آپ کی کوفت بڑھ جانے کا خدشہ تھا اس لئے میں نے یہ نظم آپ کی میز سے اٹھا لی تھی اور آج ادارہ تحریر کی درخواست پر اسے رسالہ خالد میں اشاعت کے لئے دے رہا ہوں۔ (سید عبد الباسط عفی عنہ)

کھلا کریں جو کھلے ہیں چمن میں لالہ و گل / ہُوا کرے جو نسیمِ بہار باقی ہے
کیا کریں سرِ شمشاد قمریاں کُو کُو / رہا کرے جو نوائے ہزار باقی ہے
کسے دماغ سُنے کون ذکرِ بلبل و گل / کہاں سکونِ دلِ داغدار باقی ہے
مری نگاہ میں تاریک ہو گیا عالم / نظر سے چھپ گئی ہر شے غبار باقی ہے
نہ تابِ ضبطِ الم ہے نہ طاقتِ فریاد / نہ سر میں ہوش نہ دل میں قرار باقی ہے
نہ میرے بس میں رہی میری چشمِ اشک فشاں / نہ دل پہ آج مجھے اختیار باقی ہے
فدائے دیں قمر الانبیاء نے پائی وفات / جہانِ عشق میں جن کا وقار باقی ہے
ہزار حیف کہ راہی ہوئے وہ سوئے عدم / ہزار حیف کہ یہ اشکبار باقی ہے
جو کل تھے باعثِ تسکینِ غم کشاں نہ رہے / یہ بے قرار یہ زار و نزار باقی ہے
وہ چل دیئے جنھیں تھا دردِ خستہ حالوں کا / یہ دل فگار یہ غم کا شکار باقی ہے
جو محوِ خدمتِ دیں تھے وہ محوِ خواب ہیں آج / یہ شرمسار یہ غفلت شعار باقی ہے
نگاہیں ڈھونڈ رہی ہیں وہ شہسوار کہاں / غبار ہے کہ پسِ راہوار باقی ہے
یہ کوہِ صدمہ و غم اور یہ ضعیف و نحیف / قضا کو آنے میں کیا انتظار باقی ہے
یہ ابتلائے مقدر تو آ چکا لیکن / نزولِ رحمتِ آمرزگار باقی ہے
یہ درد جس نے دیا ہے وہی دوا دے گا / یہی یقین یہی انتظار باقی ہے
یہ فکر تھی کہ انھیں پہ تھا بارِ خدمتِ دیں / اُسے اٹھائے گا کون اب جو بار باقی ہے
ندائے غیب یکایک یہ دل میں گونج اٹھی / کہ وہ مسبّبِ ذوالاقتدار باقی ہے
اُسی کے ہاتھ کا یہ سلسلہ تھا اک پودہ / جو صورتِ شجرِ سایہ دار باقی ہے

اُسی نے اس کو بڑھایا وہی بڑھائے گا
اُسی کے لطف سے اس کی بہار باقی ہے

سمجھ رہی تھی جسے خلق ایک ذرۂ خاک
وہ مثلِ نیّرِ نصفُ النہار باقی ہے

اُسی کے فضل سے اس کو عطا ہوا ہے وقار
اُسی کے فضل سے اس کا وقار باقی ہے

اُسی نے اس کو نوازا وہی نوازے گا
کہ وہ جیا ہے کرے اختیار باقی ہے

خدا کے کام کا بندے پہ انحصار نہیں
کہاں یہ ہستئ ناپائیدار باقی ہے

بقا کسی کو نہیں ساری خلق ہے فانی
بس ایک خالق و پروردگار باقی ہے

ازل سے ہے یہی حال اس سرائے دنیا کا
کوئی گیا تو کوئی سوگوار باقی ہے

یہاں نہ کوئی رہا ہے نہ رہ سکے گا کوئی
غلط کہ زندگی مستعار باقی ہے

جو لوگ اگلے زمانوں میں تھے کہاں ہیں وہ آج
کوئی نبی نہ کوئی شہریار باقی ہے

اسی طرح روشِ روزگار تھی پہلے
اسی طرح روشِ روزگار باقی ہے

ہزار جائیں یہاں سے تو لاکھ آتے ہیں
نہ ان کی حد ہے نہ اُن کا شمار باقی ہے

اس آنے جانے میں کوئی بھی روک ٹوک نہیں
یہ دور مثلِ خزان و بہار باقی ہے

یہ طرزِ آمد و رفت ابتدا سے آخر تک
بحکمِ حضرتِ پروردگار باقی ہے

جو اُس جہان سے آتے ہیں وہ تو جاتے ہیں
نہ اس میں شک، نہ کوئی اعتذار باقی ہے

جو اس جہان سے جاتے ہیں وہ نہیں آتے
عبث ہے اُن کا اگر انتظار باقی ہے

نہ آج تک کوئی آیا نہ کوئی آئے گا
نہ تھا کسی کو نہ یہ اختیار باقی ہے

سوائے صبر نہیں اور کوئی چارہ کار
یہی علاجِ دلِ بے قرار باقی ہے

یہ جانتا ہوں مگر مطمئن نہیں دلِ زار
یہ مانتا ہوں مگر اضطرار باقی ہے

کسی طرح نہیں جاتی خلش نہیں جاتی
وہی تڑپ ہے وہی انتشار باقی ہے

جب اُن کا ذکر ہوا سیلِ اشک اُمڈ آیا
یہ سلسلہ ہے کہ لیل و نہار باقی ہے

میں روکتا تو ہوں رُکتے نہیں مگر آنسو
رُکیں بھی کیا کہ دلِ بے قرار باقی ہے

شکیب و ضبط و تحمل سب اُن کے ساتھ گئے
یہاں تو گریۂ بے اختیار باقی ہے

(تمام مگر ناتمام)

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کی علمبرداری کا فخر

مسیح موعودؑ کی جماعت کو عطا فرمایا ہے

اگر تم ساری دنیا کے مقابلہ میں جیتنا چاہتے ہو تو صحابہؓ والی صفات پیدا کرو

خدام الاحمدیہ کے بائیسویں مرکزی سالانہ اجتماع کے موقع پر صدر مجلس محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

تشہد اور تعوذ اور قرآن کریم کی بعض آیات کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ سب تعریفیں اسی ذات کے لئے ہیں جس نے محض اور محض اپنے فضل سے ہمیں اپنا مرکزی اجتماع کرنے کی توفیق دی اور غیر معمولی طور پر اس کو برکت بھی دی۔ کیا اس لحاظ سے کہ باہر سے آنیوالے خدام کی تعداد ماشاء اللہ پہلے سے بہت بڑھ کر رہی۔ اور کیا اس لحاظ سے کہ جو اطفال باہر سے آئے ان کی تعداد بھی بہت اچھی رہی خصوصاً

سیالکوٹ کی مجلس

نے تو بہت اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ ان کے ایک سو دس اطفال میں سے ۷۳ اطفال نے شرکت کی۔ جو عموماً اپنے شہر کے اندر بھی نہیں ہوتا۔ اتنی دور سے ان کا اطفال کو اس کثرت سے لیکر آنا اس بات کی یقینی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے اندر خدمتِ دین کا جذبہ موجود ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہماری کسی خوبی کی وجہ نہیں۔ انتظامی قابلیتیں ہم میں کوئی زیادہ نہیں ہیں بلکہ بہت کم ہیں خصوصاً مجھ میں تو یہ بہت ہی نقص ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا ہے۔ اس کے اس فضل کے شکرانے کے طور پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے شکر گزار بندوں میں شامل رکھے اور کبھی بھی ہم اس کی ناشکری کرنیوالوں میں شامل نہ ہوں۔ اس کے بعد قبل اسکے کہ میں آپ دوستوں کو الوداع کہوں اور آپ کو جانے کی رخصت دی جائے چند باتوں کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں خدام الاحمدیہ کے ممبران اور دوسرے احمدیوں سے بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں

اپنی قدر کو پہچاننا

چاہیئے اور اس طرف توجہ دینی چاہیئے کہ ہمارے سپرد کیا کام کیا گیا ہے۔ نظریات کی جنگ ہمیشہ سے دنیا میں جاری ہے خواہ اس کا میدان کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو ایک ملک یا شہر ہی کیوں نہ ہو اور غالباً یہ جنگ قیامت تک جاری رہے گی کیونکہ شیطان کسی نہ کسی رنگ میں انسان کو بہکاتا ہی رہے گا تا کہ اختلافات پیدا ہوتے چلے جائیں۔ اگرچہ موجودہ زمانے میں انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے مادی رنگ میں بہت فائدہ اٹھایا ہے اور انسانوں کو باہم ملانے کے غیر معمولی سامان پیدا ہو گئے ہیں سفر کے لحاظ سے بھی اور اپنے خیالات کو دوسرے ملکوں اور انسانوں تک پہنچانے کے لحاظ سے بھی مگر اس کے باوجود جوں جوں انسان ترقی کرتا چلا جا رہا ہے نظریات کی یہ جنگ زیادہ سے زیادہ شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے پہلے اس کا میدان محدود ہوا کرتا تھا۔ کبھی یہ جنگ مصر میں ہوتی تھی اور کبھی کنعان میں۔ کبھی وہ عرب کے ملک میں محدود ہوتی تھی اور کبھی ہندوستان کے کسی ایک شہر میں۔۔۔ لیکن اب چونکہ خدا کی تقدیر نے انسان کے لئے یہ چاہا ہے کہ سارے انسان مل کر ایک ہو جائیں۔ اور تمام دنیا ایک ملک یا شہر کے حکم میں ہو جائے اس لئے اس کیلئے مناسب سامان بھی پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں مگر اس کے ساتھ

نظریات کی جنگ

بھی زیادہ شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ اس زمانے میں اپنے نظریات کو منوانے کے لئے (W[illegible] ______ Dominance) یعنی ساری دنیا کو فتح کرنے کا

پروگرام لے کر تین خیالات، مذاہب یا ادیان سامنے آئے ہیں ایک تو کمیونسٹ ہیں جو مادہ پرستی اور خدا کے انکار پر اپنی تہذیب اور فلسفے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ دوسرے عیسائی یا مغربی فلسفہ ہے جو اگرچہ مادہ پرستی پر بنیاد رکھتے ہیں مگر کسی حد تک اللہ تعالیٰ کا اقرار بھی کرتے ہیں خواہ ناقص رنگ میں ہی سہی اور تیسرے اسلام ہے جو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ دنیا کے سارے انسان اسلام کو قبول کر کے ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں کے وارث ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام ایک

مکمل لائحہ عمل

پیش کرتا ہے۔ نہ وہ مادہ کی طرف جھکتا ہے نہ مادہ کو بالکل ہی چھوڑ دیتا ہے بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کی روح کو بھی۔ اس کی روح کو فوقیت اور زیادہ قیمت حاصل ہے اور روح کو قربان نہیں ہونے دینا چاہیئے خواہ جسم کو قربان بھی کر دیا جائے کیونکہ روح زیادہ قیمتی چیز ہے اور خدا تعالیٰ کا قانون قدرت یہ ہے کہ کم قیمتی چیز کی خاطر قیمتی چیز کو قربان نہیں کیا جا سکتا بلکہ کم قیمت کی چیز کو قیمتی چیز پر قربان کیا جاتا ہے۔ بہرحال کمیونزم، مغربی فلسفہ اور اسلام یہ تین قسم کے فلسفے، عقائد یا خیالات تمام دنیا کو فتح کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں

اسلام کی علمبرداری کا فخر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو عطا فرمایا

ہے۔ یہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ
کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم نے
زمانے کے مامور کو قبول کیا اور ان زندہ نشانوں کے ذریعہ
سے جو اس نے ہمیں دکھائے ہمارے ایمانوں میں ایک مرتبہ
پھر تازگی اور زندگی پیدا ہو گئی۔ باقی مسلمان جو تعداد کے
لحاظ سے اور طاقت و سامان کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں
ان میں مُردنی پائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں
فرماتا ہے کہ

مُردہ اور زندہ

ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اندھا بینا کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس
لئے لازمی طور پر اسلام کی مدافعت اور حرماتِ اسلام کی
حفاظت کی ذمہ داری ہم پر اور صرف ہم پر عائد ہوتی ہے
یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اور یہ بہت بڑا شرف اور فخر ہے
جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو
عطا فرمایا۔ ہم لوگوں کو اس بات کو ہمیشہ اپنے مدنظر رکھنا
چاہیئے کہ ہماری جماعت دنیاوی اغراض کی خاطر یا کسی دنیاوی
سوچی سمجھی سکیم کے مطابق دنیا میں قائم نہیں کی گئی بلکہ خدا تعالیٰ
کے ازلی ابدی ارادے کے مطابق اور خدا کے ذکر کو بلند
کرنے کے لئے اس کے دین کو غلبہ عطا کرنے کے لئے اور
اس کے حبیب ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ یہ

آسمانی تقدیر

ہے اور جو آسمان پر فیصلہ ہو جائے زمین اُس سے انکار
نہیں کر سکتی۔ زمین و آسمان کا بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے جب
وہ آسمان پر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو کسی کی مجال نہیں ہوتی
کہ اس فیصلے کو بدل دے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے
وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ اللّٰهَ فِي الْأَرْضِ۔ یعنی تم
اللہ تعالیٰ کو اپنی تدبیروں کے ذریعہ سے ہرا نہیں سکتے۔ یہ
نہیں ہو سکتا کہ چونکہ تمہارے پاس تعداد ہے سامان ہیں۔
طاقتیں ہیں اس لئے تم جیت جاؤ گے اور خدا تعالیٰ نے جو
تقدیر جاری کی ہے وہ ناکام رہے گی۔ سو اللہ تعالیٰ نے
جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے آسمان سے یہ فیصلہ کیا ہے
کہ اسلام کو فتح دی جائے گی اور فتح بھی اِس بے کس بے بس
بے زر بے زور۔ بے علم اور بے عرفان اور

دنیا کی نظر میں حقیر جماعت

کے ذریعہ سے۔ یہ خدائی تقدیر ہے جو بہر حال پوری ہو کر رہیگی
پس ہمارے دلوں میں اس بارہ میں کامل امید اور پختہ
یقین ہونا چاہیئے کہ یقیناً اور یقیناً اسلام غلبہ حاصل کر کے
رہے گا۔ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اسلام کے نام کو
نہیں مٹا سکتیں مگر اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی معلوم کرنے کی
کوشش کرنی چاہیئے کہ اس تقدیر کو ہم کس طرح اپنا سکتے ہیں
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس قدر رعبناک اور
پُر جلال الفاظ میں فرماتے ہیں کہ میں خدا کی مجسّم قدرت ہوں
کوئی جھوٹا انسان، بد ارادہ اور بد خیال انسان کبھی جرأت
نہیں کر سکتا کہ اپنی نسبت یہ الفاظ کہے کہ میں خدا کی مجسّم قدرت
ہوں۔ میرا سر۔ میرے بال۔ میری آنکھیں۔ میرا ناک۔ میرے
ہاتھ اور میرے پیر سب کچھ خدا کی تقدیر ہیں جدھر میرا ہاتھ

چلے گا خدا تعالیٰ کا ہاتھ بھی اُدھر چلے گا۔ سو ان الفاظ کو
جہاں ہمیں ہر وقت اپنے مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اپنی امیدوں
اپنے عزائم اور اپنے ہمتوں کو بڑھانا چاہیئے وہاں ہمیں
یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ہم اس کے مطابق اپنے آپ کو تیار کر رہے
ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو دنیا میں ظاہر کرکے
دکھا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہی دائمی طور پر

خاتم النبیین

ہیں۔ ہمارے فضلوں اور ساری برکات کا مورد اور منبع
اور سرچشمہ آپ ہی ہیں اور وہ اس طرح سے جبکہ اس زمانہ
میں حالات بدل چکے تھے۔ خیالات بدل چکے تھے۔ سامان بدل
چکے تھے اور تمدن بدل چکا تھا۔ یہ ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ کے لئے ایک نئی شکل
میں نازل فرماتا سو اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک
غلام کو اور ایک اُمتی کو بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ آپ کے ایک
روحانی بیٹے کو دنیا میں مبعوث کیا تا وہ اپنے مقدس باپ
اور اپنے روحانی آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ
اور سیرت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تو
دنیا کو بتا دے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہمیں خدا سے
محبت ہے تو یاد رکھو کہ جب تک تم میرا رنگ اختیار نہیں
کرتے تمہارا یہ دعویٰ محبت اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقبول نہیں
ہو سکتا۔ جب تم میرا رنگ اختیار کرلو گے تو واقعی تم

خدا کی نظر میں

اس کے عاشقوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ پس اگر تم چاہتے ہو
کہ خدا کا پیارا اور اس کی محبت تمہیں حاصل ہو جائے تو
تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا کا حبیب میں ہوں۔ اس لئے
اگر تم بھی خدا کا محبوب بننا چاہتے ہو تو میرا رنگ اختیار کرو
اور میری سُنّت کی پیروی کرو۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد
اور مسلمانوں کے خیالات بدل جانے کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنی
اس تقدیر کے مطابق جس کا قرآن کریم میں پہلے سے ذکر کر دیا
تھا چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو، آپ کی سیرت
کو ایک روحانی وارث اور بیٹے کے ذریعے سے دوبارہ
ظاہر کرے۔ چنانچہ وہ وارث حضرت مسیح موعود علیہ السلام
ہیں۔ اور اسی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اشارہ کر
کے فرماتے ہیں کہ میں خدا کی مجسّم قدرت ہوں اور جس طرح
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ کے لئے اپنا
حبیب بنایا ہے اس زمانہ کے لئے اس نے اس تقدیر کو
دوبارہ میرے وجود میں ظاہر کیا۔ پس ہم لوگ تبھی سرخرو ہو سکتے
ہیں جب اپنی زندگی کو حضور کی تعلیم کے مطابق ڈھالیں۔
جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے اس زمانہ میں نظریات کی
جنگ بڑی شدومد کے ساتھ جاری ہے اور اُن سب کے
پاس جو اسلام کے مقابل پر ہیں بڑے سامان ہیں، بڑی طاقت
ہے۔ بڑی دولت ہے۔ غرضیکہ سب کچھ ان کے پاس ہے
اور اسلام کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اگرچہ سارے مسلمانوں کو
بھی شامل کر لیا جائے لیکن اگر حقیقی مسلمانوں کو اور اسلام
کے سچے علمبرداروں کو نظر میں رکھا جائے تو وہ تو کچھ بھی حقیقت

نہیں رکھتے۔ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ ظاہر بات ہے
کہ جب ہمارے پاس ظاہری سامان نہیں ہیں اور خدا فرماتا
ہے کہ ہم جیتیں گے اور ہمارے دشمن ناکام ہوں گے اور
نامراد ہوں گے۔ تو ضرور اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے سامان مہیا
کر رکھے ہوں گے جن کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ ظاہر بات
ہے کہ جب تعداد ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ سامان و
دولت ان کے ہاتھ میں ہے۔ فوجیں ان کے پاس ہیں ہتھیار
ان کے قبضہ میں ہیں۔ اشاعت اور تبلیغ کے سارے سامان
ان کے پاس ہیں تو ضرور خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی

ترقی کے سامان

مقرر کئے ہوئے ہوں گے جن کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ طریق کونسے ہیں جن پر عمل کر کے ہم
یہ یقین کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جنگ میں ہم ہی
جیتیں گے اور انشاء اللہ ہمیں عیسائیوں کے مقابلہ پر کمیونسٹوں
کے مقابل پر اور تمام دنیا کے مقابل پر فتح حاصل ہو گی۔ قرآن
کریم نے اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے
أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ
مِنْ طِينٍ لَازِبٍ (صٰفّٰت ۱۲) یعنی جب خدا کے نبی
آتے ہیں اور وہ دنیا کو یہ بتاتے ہیں کہ ہم جو اکیلے ہیں بیکس
بے زر اور بے زور ہیں ہم جیت جائیں گے اور سارے سامانوں
والے ساری طاقتوں والے اور ساری تعداد والے ہار
جائیں گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے وقت میں ہر شخص کے
دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ
شخص بغیر سامانوں کے جیت جائے اور ہم سارے سامانوں
کے باوجود ہار جائیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا جواب
دیا ہے أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا۔ کہ کیا تم
سمجھتے ہو کہ تمہاری طاقتیں جو خلقی طور پر اللہ تعالیٰ نے
تمہیں دی ہیں وہ زیادہ مؤثر ہیں یا وہ جن کو ہم نے اپنے
ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ یہاں ہاتھ سے پیدا کرنے سے مراد
حزب اللہ یعنی خدا کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان
کیا ہے کہ یہ دنیا دار لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس زیادہ
طاقت اور سامان ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ
ہم نے جن لوگوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے یا جو خدا کے
حزب اور خدا کی جماعت میں شامل ہیں انہیں ایسی فطرت
دی گئی ہے جسے طِینِ لازب کہتے ہیں یعنی ان کی فطرت میں
وفاداری محبت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پایا جاتا ہے اور
اسی طِینِ لازب کی بناء پر وہ کامیاب ہوں گے اور دوسرے
ناکام۔ قرآن کریم کے ان الفاظ میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ
مادہ پرست اس لئے جیت نہیں سکتا کہ وہ ان تقاضوں کو
پورا نہیں کر رہا ہوتا جو اس کی فطرت میں رکھے گئے ہیں اور
اپنی فطرت سے جنگ کر رہا ہوتا ہے۔ چونکہ وہ طِینِ لازب
نہیں رکھتا اور اس کی فطرت میں وفاداری کا جو مادہ رکھا
گیا تھا وہ اسے بروئے کار نہیں لاتا اس لئے وہ ناکام
رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مومن جو عَلَق کے مادہ سے
پیدا کیا گیا ہے وہ طینتِ لازب کو بروئے کار لاتا ہے۔ غرض
اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ نسخہ بتا دیا ہے کہ اگر تم ساری دنیا
کے مقابلے پر جیتنا چاہتے ہو تو تم اپنی فطرت کے تقاضوں
کو پورا کرو۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے
پیدا کرنے والے سے تعلق قائم کریں۔ آپس میں

محبت اور ہمدردی کا سلوک

رکھیں طینتِ لازب کو برشئے کار لائیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو درست طور پر استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے انتہاء طاقتیں دی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ انسان بجائے اس کے کہ ان طاقتوں کو خود درست طور پر بروئے کار لائے خارج پر نظر دوڑاتا ہے اور پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے لئے کچھ کریں۔ پس اگر ہم خدا کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرلیں تو دنیا کی کوئی قوم ہمارے مقابل پر نہیں ٹھہر سکتی۔ اور یہی وہ تقدیر ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

خدا کی مجسم قدرت

ہوں۔ آپ نے اپنی آمد کا مقصد بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ آپ خدا کی توحید کو قائم کرنے اور انسانوں میں باہم محبت اور اخوت پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا تاکہ روئے زمین کی تمام سعید روحوں کو دینِ واحد پر اکٹھا کیا جائے اور اس کا یہی مطلب ہے کہ انسانوں میں باہم اتحاد اور اخوت و محبت پیدا کی جائے۔ پس اگر انسان خدا کی توحید اور باہمی اخوت و محبت کا سبق سیکھ لے تو وہ طینتِ لازب اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی محبت اُسے حاصل ہو جاتی ہے۔

شروع سے لے کر آخر تک مجلس خدام الاحمدیہ کا سارا پروگرام محض اسی لئے ہے کہ ہمارے اندر طینتِ لازب پیدا ہو جائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

کلید ایں ہمہ دولت محبت است و وفا
خوشا کسے کہ چنیں دولتش عطا باشد

یعنی یہ جو دولت اور کمالات اللہ تعالیٰ نے مجھے دئے ہیں وہ یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف مجھے دیدئے ہوں اور دوسروں کو اس سے محروم کر رکھا ہو۔ یہ دولت اور کمال ہر اُس انسان کو حاصل ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں انہیں حاصل کرنے کی چابی محبت اور وفا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝ مومن کافر ول کے مقابلہ پر اس لئے جیتتے ہیں کہ کافر کی طینت لازب نہیں، وہ خدا تعالیٰ سے بغاوت کرتا ہے۔ اپنی

فطرت سے بغاوت

کرتا ہے۔ انسانیت کے تقاضوں سے بغاوت کرتا ہے۔ انسانی معاشرہ سے بغاوت کرتا ہے لیکن مومن اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ قائم کرتا ہے۔ اور اس سے چمٹا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں اس میں وسعتِ نظری وسعتِ قلبی اور وسعتِ عملی پیدا ہو جاتی ہے جب تک انسان میں خدا تعالیٰ کی صفات کی تجلّی نہ ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا نہ کرے اس وقت تک اس میں وسعتِ نظری اور وسعتِ قلبی پیدا نہیں ہوتی اور جب تک وسعتِ نظری اور وسعتِ قلبی پیدا نہ ہو تو اعمال میں بھی وسعت پیدا نہیں ہوا کرتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ ۱۲۵) کہ جو خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور خدا کے ذکر سے

اعراض کرتا ہے فان لہٗ معیشۃً ضنکًا کہ وہ ہمیشہ تنگی کی اور تکلیف کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جو خدا کو یاد کرتا ہے۔ خدا کے کلام قرآن مجید پر غور کرتا ہے اس کے نتیجہ میں اس کے دماغ میں

روشنی اور جلاء

پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کے دل میں وسعت پیدا ہوتی ہے شرح صدر عطا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے اعمال میں وسعت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور جوں جوں انسان کے اعمال میں۔ خیالات میں۔ ارادوں میں وسعت پیدا ہوگی توں توں اس کے اعمال میں نیک تبدیلی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے انسان میں سارے کمالات پیدا ہوتے ہیں طینتِ لازب کے نتیجہ میں۔ خدا تعالیٰ سے وفاداری کرنے کے نتیجہ میں اور اس کے جو حقوق انسان پر عائد ہوتے ہیں ان حقوق کو وفاداری سے ادا کرنے کے نتیجہ میں اور

مجلس خدام الاحمدیہ کا سارا پروگرام

اور سکیم یہی ہے کہ وہ بنیادی خُلق انسان کے اندر پیدا کرنا چاہتی ہے تاکہ وہ خدا تعالیٰ سے بھی وفاداری کرے اور خدا کے بندوں سے بھی وفاداری کرے۔ ہمارا تربیت کا پروگرام ہے۔ ہمارا ایثار کا پروگرام ہے۔ ہمارا اصلاح وارشاد کا پروگرام ہے۔ خدمتِ خلق کا پروگرام ہے۔ اعتماد کا پروگرام ہے۔ مال کا پروگرام ہے۔ یہ جتنے بھی ہمارے پروگرام ہیں سب اسی غرض کے لئے ہیں تاکہ احمدی نوجوانوں کے

اندر طینتِ لازب پیدا کی جائے۔ ان کے اندر وفاداری پیدا کی جائے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق قائم ہو جائے اور ان میں استقامت ایسی مضبوط ہو جائے کہ اپنی جگہ سے پہاڑ ٹل جائیں لیکن وہ نہ ٹلیں۔ خدا تعالیٰ کی خاطر ہر تکلیف اور ہر دُکھ پوری خوشی اور بشاشت کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں اور زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ لائیں۔

سو ہم لوگوں کو جو یہاں خدا تعالیٰ کی خاطر اکٹھے ہوئے ہیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ اور رسول کے فرمودات کے ساتھ ہم ایسا سلوک نہ کریں جس طرح ایک

بنجر زمین میں بیج

ڈالا جاتا ہے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ ہم دل کی زمینوں کو ایسا بنائیں کہ وہ بیج ہمارے دلوں میں جڑ پکڑ جائے اور بابرکت اور پُرثمرات درخت بن جائے۔ اخلاق پر زور دیں۔ دعاؤں پر زور دیں اور اس بات پر زور دیں کہ ہمارے اندر وہ بنیادی خلق پیدا ہو جائے جس کو خدا تعالیٰ نے کامیابی کی ضمانت قرار دیا ہے اور وفاداری کریں اللہ سے بھی اور اللہ کے بندوں سے بھی۔ عام اخلاق دو ہی حصوں میں منقسم ہیں۔ حقوق اللہ ہیں اور حقوق العباد ہیں۔ حقوق اللہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنیوالے کی معرفت حاصل کرکے اس کے ساتھ محبت۔ اخلاص اور عبودیت کا تعلق قائم کرے۔ حقوق العباد جو کہ دراصل توحید کا ہی حصہ ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہم سب خدا کے بندے ہیں ہم سب کا ایک ہی خالق ہے اس لئے اس پاک رشتے کا خیال کرتے ہوئے باہم محبت

اور اخوت کے ساتھ رہیں اور کسی کے ساتھ دشمنی نہ رکھیں کسی
سے حسد نہ کریں کسی کے لئے بُرا نہ چاہیں۔ اپنے خیالات کو
اپنے ارادوں کو کامل طور پر پاک کر لیں کسی بھائی کے متعلق کسی
قسم کی بُرائی ہمارے دلوں میں جگہ نہ پائے۔ یہ محبت اور اخوت
بھی دراصل خدا تعالیٰ ہی کی محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے
کیونکہ خدا تعالیٰ کی محبت جب تک انسان کے دل میں پیدا نہ
ہو وہ مخلوق سے محبت نہیں کر سکتا اور اسی طرح سے جو خدا کی
مخلوق سے محبت نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ سے بھی محبت نہیں کر سکتا
غرض میں اپنے عزیزوں سے

پُر زور الفاظ میں اپیل

کرتا ہوں کہ وہ اس تربیت کو جو ان کو یہاں دی گئی ہے ضائع
نہ ہونے دیں بلکہ وفاداری کا ثبوت دیں اور استقامت کے
ساتھ ان باتوں پر قائم رہیں۔ یہ نہ ہو کہ جو باتیں یہاں سنی ہیں
یہاں سے جا کر ان کو بھول جائیں اور وہی دنیا داری کی باتیں
وہی بدنیتی۔ بے ایمانی اور لوٹ کھسوٹ یا دوسری باتیں جو
دوسرے انسانوں میں جو دنیا کے کیڑے بنے ہوئے ہیں پائی
جاتی ہیں ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائیں۔ خدا اور رسول
کی باتیں آپ نے جس ماحول میں سنی ہیں اس کے نتیجہ میں ضرور
آپ کے دلوں میں کچھ نہ کچھ نرمی پیدا ہوئی ہوگی۔ خدا کے ذکر
نے ضرور آپ کے دلوں میں خدا کی محبت پیدا کر دی ہوگی۔
اب اللہ تعالیٰ کے واسطے اس محبت کو ضائع نہ ہونے دیں بلکہ
اس کو بیج کے طور پر اپنے دلوں میں جگہ دیں اور اس محبت
کو بڑھاتے چلے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہی بیان
کیا ہے کہ جو شخص رَبُّنَا اللّٰہ کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان

اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس وقت تک خدا تعالیٰ
کے فضلوں کا وارث نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس دعویٰ
ایمان اور دعویٰ محبت میں

استقامت

دکھا کر اپنے آپ کو سچا ثابت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن
کریم میں فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ
ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ
الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا
تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ
الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ
اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا
وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔ (حٰمٓ سجدۃ ۳۱-۳۲)

فرماتا ہے کہ جو لوگ رَبُّنَا اللّٰہ کہتے ہیں محض رَبُّنَا اللّٰہ
کہنے کی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہو جایا کرتے جب وہ
دعویٰ کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ انہیں آزماتا ہے اور مختلف
ابتلاؤں اور تکلیفوں میں ڈال کر ان کی استقامت کا امتحان کرتا
ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جو کہ حسن و احسان کا سرچشمہ ہے کبھی یہ
برداشت نہیں کر سکتا کہ ہر کمینہ شخص اُٹھ کر اس کی محبت کا دعویٰ
کرنے لگ جائے۔ معمولی حسینوں میں بھی ناز پیدا ہو جاتا ہے تو
خدا تعالیٰ جو

حُسن و احسان کا سرچشمہ

ہے اس میں کبریائی کیوں نہ پیدا ہو۔ اس لئے یہ لازمی بات

ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آزماتا ہے۔

پس ہم سب کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ جو باتیں ہم نے یہاں سیکھی ہیں ان پر استقامت اور صبر کے ساتھ قائم ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بے صبر انسان کبھی بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کا وارث نہیں ہو سکتا۔ آج جو شخص جا کر زمین میں بیج بوتا ہے اور کل اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ایک ہی دن کے اندر اس کا کھیت کھڑا ہو جائے گا اور وہ پھل کاٹ کر گھر لے آئے گا وہ بیوقوف ہے اور اس کی بے صبری اس کو اس حماقت پر آمادہ کرتی ہے اس لئے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ بہرحال اب جبکہ بیج ہمارے دلوں میں بویا گیا ہے وہ آہستہ آہستہ ہی پھل لائے گا ایک دن کے اندر ہم نورانی اور پاکباز نہیں بن سکتے بلکہ اگر

آہستہ آہستہ

ہم ان اخلاق پر زور دیں گے جو ہمیں یہاں بتائے گئے ہیں تو ہمارے اندر وہ کمالات پیدا ہو جائیں گے جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فرشتے انسان پر نازل ہوا کرتے ہیں اور انسان کی راہوں کو پاک کیا کرتے ہیں خدا ایسے لوگوں کا متکفل اور متولی ہو جاتا ہے اور خود اس بات کی ذمہ داری لے لیتا ہے کہ ان کے سارے کام پورے کرے گا پس ان اخلاق پر جن کی آپ کو تعلیم دی گئی ہے صبر اور استقامت کے ساتھ زور دینا چاہیئے اسی طرح نظم و ضبط پر زور دیں نظم و ضبط کے نتیجہ میں قومیں وہ کام کر سکتی ہیں جو کہ بغیر نظم و ضبط کے ممکن نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اگرچہ اخلاق اور روحانیت

ایک فرد کی اپنی ذمہ داری ہے لیکن جنت کے حصول کے لئے جہاں فردی کوششیں ضروری ہیں وہاں

اجتماعی کوششیں

بھی ضروری ہیں۔ سورۃ زمر میں جس کا نام خود اجتماعیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ (زمر ع ۷)

یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کو گروہ در گروہ ہانک کر جنت کی طرف لیجایا جائے گا۔ اس میں سوق اور زمرًا کے لفظ میں یہی بتایا گیا ہے کہ انسان جنت کے حصول کے لئے جہاں انفرادی کوشش کرتا ہے وہاں اسے اجتماعی کوششیں بھی کرتے رہنا چاہیئے تاکہ ان کی طاقتیں ضائع نہ ہو جائیں — ایک روپیہ سے آپ ایک کام نہیں کر سکتے لیکن اگر ہزار آدمی مل کر ایک ایک روپیہ دیں تو اس سے بہت سے نیکی کے کام ہو سکتے ہیں۔ پس اجتماعیت کا مقصد یہی ہے کہ قوم کے اندر جو کمالات یا صلاحیتیں ہیں انکو مجتمع کر لیا جائے اور اس کے نتیجہ میں سب مل کر کام کریں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو

مختلف تنظیمیں

قائم کی ہیں جیسا کہ کل تلقین عمل میں مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے آپ کو اس طرف توجہ بھی دلائی تھی ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قوم میں باہم افتراق پیدا کیا جائے بلکہ یہ اس لئے ہیں تاکہ مختلف جہات سے اس بات کی کوشش ہو کہ جماعت

کے مختلف طبقات احمدیت کے مقصد کے مطابق اپنی زندگیوں
کو بسر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ بچوں کی تربیت کے لئے
والدین کی کوششیں ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا
وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو ان تنظیموں کی مساعی کے نتیجہ میں نکل سکتا
ہے اور اسی غرض کے لئے حضور نے انصار اللہ کی تنظیم قائم
کر دی بڑی عمر کے لوگوں کے لئے۔ خدام الاحمدیہ کی تنظیم قائم
کر دی نوجوانوں کے لئے۔ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم قائم کر دی
بچوں کے لئے۔ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم کر دی عورتوں کیلئے
گویا کہ سب کے سب احمدیوں کو ایک طرف سے یا دوسری
طرف سے ہانک کر جنت کی طرف لیجایا جا رہا ہے۔

اصل چیز

فرد کی نجات

ہوتی ہے اور خدا کا کلام بھی فرد کو ہی مخاطب کرتا ہے نہ
کہ جماعت کو۔ لیکن دنیا میں نیکی کو قائم کرنے کے لئے اور
اس پاک ماحول کو پیدا کرنے کے لئے جس کے نتیجہ میں انسان
جنت کی طرف جا سکتا ہے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہوتی
ہے۔ اس لئے مجلس خدام الاحمدیہ کے عہدیداروں کو خصوصاً
اور دوسرے خدام کو بھی اپنی تنظیم کو مضبوط کرنا چاہیئے۔ اس
کے نتیجہ میں ہمارے اندر وہ اخلاق پیدا ہو جائیں گے جنہیں
قرآن مجید نے

کامیابی کی کلید

قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ نماز باجماعت کی طرف بہت توجہ
کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کی طرف
بہت زور دیا ہے۔ اس سے حقوق اللہ بھی ادا ہو جاتے ہیں
اور حقوق العباد بھی۔ اسی طرح باہم اخوت و محبت کو قائم کرنا
خدمتِ خلق کرنا۔ خدا کے بندوں کی ہمدردی اپنے اندر پیدا
کرنا تبلیغ کرنا۔ حق کا پیغام دنیا کو پہنچانا یہ سب باتیں ضروری
ہیں اور سب کا مقصد یہی ہے کہ ہمارے اندر وہ اخلاق
پیدا ہو جائیں جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ سے ہمارا تعلق قائم
ہو جائے اور خدا کے بندوں کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں
وہ سب ہم ادا کر دیں۔ یہ سب باتیں آپ کے سامنے مختلف
رنگوں میں بیان کی گئی ہیں پس جو باتیں بھی آپ نے سنی ہیں
ان کو اپنے دل میں

بیج کی طرح

جگہ دیں اور ان پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش کریں
اگر ہم لوگ چندے دیتے ہیں تنظیمی کاموں میں وقت دیتے ہیں
اور ظاہری کام تو کرتے ہیں لیکن ہمارے اخلاق اچھے نہیں
ہوتے، ہمارے اندر خدا کی مخلوق کی ہمدردی پیدا نہیں ہوتی
ہم میں جرأت کا فقدان ہے۔ ہم میں صداقت کا فقدان ہے
ہم میں محنت کا فقدان ہے۔ اسی طرح سے سادہ زندگی جو کہ
اخلاق کے لئے بہت ضروری ہے اس کا فقدان ہے تو لازمی
بات ہے کہ ہم ان تنظیمی کاموں کی برکت حاصل نہیں کر سکتے
اور یہ کام بھی ویسے ہی ہوں گے جیسے دنیا داروں کے کام
ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم نے

دنیا داروں کے طریق

پر ہی کام کرنا ہے تو ظاہر بات ہے کہ ہم سے زیادہ ناکام

ہونیوالا اور ذلت اٹھانیوالا اور کوئی گروہ نہیں ہوگا۔ سارے سامان ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں ہیں۔ کمیونسٹوں کے ہاتھ میں ہیں عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں یا خود مسلمانوں میں سے ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو کہ احمدیت کو مٹانے پر تُلے ہوئے ہیں ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم اپنی

طینتِ لازب

کو بروئے کار لائیں۔ خدا تعالیٰ سے وفاداری کا تعلق قائم کریں۔ ایمان پر استقامت دکھائیں اور خدا تعالیٰ سے اور خدا تعالیٰ کے بندوں سے محبت کریں تاکہ خدا تعالیٰ کا فضل ہم پر نازل ہو اور اس کے فرشتے آسمان سے نازل ہوکر ہماری راہوں کو آسان کر دیں۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ خدا کی تقدیر یہی ہے کہ اسلام غالب آئے گا اور بہرحال غالب آکر رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو قائم ہونے سے روک نہیں سکتی۔ یہ خدا کی تقدیر بہرحال پوری ہوگی اور ہمارے ہی ذریعہ سے پوری ہوگی (انشاءاللہ العزیز) خواہ دنیا کی نظر میں ہم کتنے ہی ذلیل و حقیر کیوں نہ ہوں۔ اس لئے اپنی امیدوں کو بلند کریں اور اپنے عزائم اور اپنی ہمتوں کو بلند کریں اور کوشش کریں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جاری ہوئی ہے ہم اپنی زندگیوں میں اسے پورا ہوتے دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ
یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًاۙ فَیَذَرُهَا
قَاعًا صَفْصَفًاۙ لَّا تَرٰی فِیْهَا
عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًاؕ یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ
الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ
اِلَّا هَمْسًا　　(طٰہٰ ۱۰۶-۱۰۹)

یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں یا آئندہ زمانہ میں پوچھیں گے کہ اسلام کس طرح سے غالب آئے گا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ اس کے سامنے کتنے

مشکلات کے پہاڑ

کھڑے ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ عیسائیت کے پاس کتنے سامان ہیں اور کمیونسٹوں کے پاس کتنے سامان ہیں تو کیا تم دیوانے ہوگئے ہو کہ یہ سمجھتے ہو کہ اسلام غالب آجائے گا اور دوسری سب طاقتیں مٹ جائیں گی۔ اسلام کی راہ میں جو اتنے بڑے بڑے پہاڑ ہیں آخر ان کا کیا بنے گا فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا ... یعنی تو کہدے کہ میرا اعتماد اور توکل دنیا کے سامانوں پر نہیں بلکہ اپنے ربّ پر ہے۔ جب میرا رب چاہیگا اور جب ہمارے اندر جو احمدی کہلاتے ہیں یہ تبدیلی پیدا ہو جائے گی کہ ہم خدا کی خاطر مرنے اور خدا کی خاطر جینے کے لئے تیار ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنی تقدیر ظاہر فرمائے گا۔ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا۔ اسلام کے راستے کے تمام پہاڑوں کو ملیامیٹ اور ریزہ ریزہ کر دے گا۔ فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا اور اسلام کی راہ کو بالکل ہموار کر دے گا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا... اس کی راہ میں کوئی

کجی اور اونچ نیچ باقی نہیں رہے گی اور اسلام کا یہ قافلہ بڑی آب و تاب کے ساتھ اور

پہلے سے بڑھ کر شان و شوکت

کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یَوْمَئِذٍ یَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ جب خدا کی تقدیر ظاہر ہو گی تو ساری دنیا الدّاعی یعنی خدا کی طرف بلانیوالے بابرکت وجود کی پیروی میں لگ جائیگی۔ پھر فرمایا وخشعت الاصوات للرحمٰن۔ سب آوازیں خدائے رحمٰن کی آواز کے سامنے جھک جائیں گی۔ اس وقت قرآن کی حکومت ہو گی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہو گی۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جب ہم استقامت دکھائیں گے ایسی استقامت کہ جس کے مقابل پر پہاڑ بھی نہ ٹھہر سکیں تو جو مشکلات اسلام کی راہ میں حائل ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اُن کو دور کر دے گا اور انشاء اللہ

ہمارے خدا کی حکومت

دنیا میں قائم ہو گی ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو گی اور قرآن کی حکومت دنیا میں قائم ہو گی خدا کرے کہ یہ دن ہماری زندگیوں میں آئے اور ہماری کوششوں کو اللہ تعالیٰ بابرکت کرے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی اور قوم ہو جسے خدا تعالیٰ اس کام کے لئے چُن لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جب ایک قوم کو یہ موقع دیا جائے اور وہ بے وفائی کرے اور استقامت کا نمونہ نہ دکھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اور قوم لے آتا ہے۔ پس یہ

بہت خوف کا مقام

ہے۔ دعا کرو اور ڈرتے رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو کر اور ہمیں نااہل پا کر یہ فخر کسی اور قوم کو دیدے بلکہ اللہ تعالیٰ ہم ہی بیکسوں اور کمزوروں اور لاچاروں پر فضل فرمائے اور خود اپنے ہاتھ سے ہمیں پاک کر دے۔ اپنی محبت کا جام پلائے۔ ہمیں اپنا عرفان عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی راہ میں استقامت کا وہ نمونہ دکھائیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دکھایا تھا۔

قرآن کریم کی وہ آیات جو شروع میں تلاوت کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یہ صفات بیان کی ہیں کہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ وہ کفار کے مقابل پر بڑے سخت ہوتے ہیں یعنی کفر کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ یہ نہیں ہوتا کہ مغرب سے کوئی فلسفہ آجائے یا امریکہ اور روس سے کوئی بات آجائے تو آمنّا و صدّقنا کہدیتے ہیں بلکہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کفر کے مقابلہ پر وہ بنیان مرصوص کی طرح مضبوط ہوتے ہیں لیکن رحماء بینھم آپس میں بڑی محبت کرنیوالے رافت اور رحمت کا سلوک کرنیوالے ہوتے ہیں اور یاد رکھیں یہ طبیعتِ لازب ہی ہے جس کے نتیجہ میں یہ خوبیاں پیدا ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ جو آپس میں مل کر رہیں گے وہی دشمنوں کے مقابلہ پر بھی مضبوط ہوں گے لیکن جن میں آپس میں اختلاف ہو گا وہ دشمن کے مقابل پر کوئی ٹھوس مدافعت پیش نہیں کر سکتے۔ یہ خوبیاں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی بیان کی ہیں کہ وہ آپس میں باہم

محبت رکھتے ہیں کیونکہ جب تک باہم اتحاد نہ ہو کفر اور کافر کے مقابل پر کوئی مضبوط محاذ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ابھی تک ہمارے نوجوانوں میں

مغربی زہر کے مقابلے کی طاقت

نہیں پیدا ہوئی کیونکہ ان میں باہمی اخوت اور کامل طور پر ایسی محبت پیدا نہیں ہوئی جو صحابہ کرام میں موجود تھی۔ اگر یہ صفت ہم اپنے اندر پیدا کر لیں رحماء بینھم ہو جائیں تو کفر کے مقابلے پر بھی سخت ہو جائیں گے، نہ کمیونسٹوں کے خیالات نہ مغربی فلسفہ نہ کوئی اور خیالات ہمارے دل پر اثر کریں گے بلکہ ہم باہم مل کر ایک دوسرے کے ایمانوں کو بڑھانے اور ایک دوسرے کے یقین کو ترقی دینے والے ہو جائیں گے اور اس کے نتیجہ میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔ (الفتح ۳۰)

ہم میں زیادہ سے زیادہ ساجد اور راکع پیدا ہوتے جائیں گے زیادہ سے زیادہ دلوں میں ذوقِ عبادت پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے دلوں میں

خدا کی توحید کے لئے غیرت

پیدا ہوتی چلی جائے گی اور ان کا ایک ہی مقصد ہو گا یعنی یہ کہ خدا کا فضل اور اس کی رضاء انہیں حاصل ہو جائے۔ ان کو بھی۔ ان کے بھائیوں کو بھی اور ان کے پڑوسیوں کو بھی انکے شہر والوں کو بھی اور ان کے ملک والوں کو بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اس قسم کی صفات اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں تو سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود تو ان کے چہروں پر

سجدوں کے نشانات

ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب ان کے اندر یہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ناکام رہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ ان کو دنیا میں زیادہ دیر تک ذلیل رہنے دے۔ شروع میں تو یقینی طور پر جو خدا تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آزماتا ہے لیکن جوں جوں وہ محبت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں توں توں خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کے آگے سجدے کرنے کی وجہ سے ان میں نور پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص راتوں کو خدا تعالیٰ سے محبت کا تعلق قائم کرتا ہے خدا تعالیٰ دن کے وقت اس کے چہرے پر حسن اور نکھار پیدا کر دیتا ہے۔

پس یہ

صحابہ رض کی صفات

ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا تعلق اور دوسری طرف باہمی اتحاد اور اخوت۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کے ارد گرد مجلس خدام الاحمدیہ کا سارا پروگرام یا جماعت احمدیہ کا وسیع تر پروگرام گھومتا ہے۔ اسلام کو سر بلند کرنا اور دینِ اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر ثابت کرنا یہ پروگرام بھی انہی دو صفات کے پورا کرنے سے بدرجہ اتم حاصل ہو سکتا ہے۔

اب میں اس اجلاس کو ختم کرتا ہوں اس دعا کیساتھ کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس بات کی توفیق دے کہ میں عاجزی اور تذلّل اور انکسار کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلتا رہوں اور آپ کو بھی اس بات کی توفیق دے۔ ہم سب کو اس بات سے بچائے کہ ہم کبر اور غرور اور ریاکاری میں مبتلا ہوں۔ ہمیں اس بات سے بچائے کہ رحماء بینھم کی صفت کو اپنے اندر پیدا کرنیوالے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم باہم اخوت اور محبت کا تعلق قائم کریں اور ہماری ساری شدّت بجائے ایک دوسرے کے مقابل پر صرف ہونے کے کفر کے مقابل پر صرف ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے ہم اس کے اولیاء میں شامل ہو جائیں وہ ہمارا متولّی اور متکفّل ہو۔ ہر آن اس کی مدد اس کی نصرت اور اس کی معیت ہمارے شاملِ حال ہو جس کے ساتھ خدا ہو کون اس کو ہرا سکتا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اس کو ذلیل کر سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان میں نے ابتداء میں بھی پیش کیا تھا کہ حضور فرماتے ہیں کہ جو خدا کی نظر میں متّقی ٹھہر جائے دنیا کی کوئی طاقت اس کو تباہ نہیں کر سکتی۔ پس دعا بھی کریں اور کوشش بھی کریں کہ ہم خدا کی نظر میں متّقی ٹھہر جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے باقی سب خیر ہی خیر ہے۔ اللہ ہم سے راضی ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے"۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(درثمین)

سے گاہے گاہے باز خواں ....

حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی یاد میں

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے قلم سے

میرے نہایت ہی پیارے چچا جنہیں ہم عموں صاحب کہا کرتے تھے یعنی حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رضی اللہ عنہ قمر الانبیاء کی وفات ہم سب کے لئے ایک ایسا صدمہ ہے جس کی برداشت کی دل ہمت نہیں پاتے۔ باوجود اس کے کہ ایک لمبے عرصہ سے آپ کی بیماری کی تشویشناک خبریں الفضل میں چھپ رہی تھیں اور خود حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بار بار متنبہ کرنیوالے مضامین اور اعلانات شائع ہو رہے تھے حقیقتاً کسی کے دل میں بھی یہ وہم تک نہ گزرتا تھا کہ جدائی کی گھڑی ایسی جلد اور اچانک آپہنچے گی۔ اور اب جبکہ خدا تعالیٰ کی یہ اٹل تقدیر پوری ہو چکی ہے اکثر دلوں میں کچھ اس قسم کا احساس ہے جیسے اُس پیاسے کی کیفیت ہو جو یہ یقین رکھتے ہوئے کہ پانی سامنے موجود ہے اُسے پینے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ جب پیاس کی شدت زیادہ ہو جائے تو کوئی غیبی ہاتھ اُسے یک دفعہ اُٹھا لے جائے۔

ہم میں کتنے ہی ایسے ہیں جو حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی شدید خواہش رکھتے تھے لیکن اس احساس سے کہ آپ کو بیماری کی وجہ سے تکلیف نہ ہو اپنی خواہشات کا گلہ گھونٹے بیٹھے رہے تاہم یہ یقین ان کی تسلّی کا موجب تھا کہ آج نہیں تو کل جب طبیعت ذرا سنبھلے گی ہم مل کر خوب دل کی بھڑاس نکالیں گے۔ کتنے ہی ایسے تھے جو محض اپنی محبت کی پیاس بجھانے کے منتظر تھے۔ کتنے ہی تھے جو اپنی ضرورتوں کے اظہار کے لئے مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر کتنے ہی تھے جو بعض جماعتی مسائل کی گتھیاں سلجھانے کے لئے آپکی بصیرت افروز راہنمائی کے منتظر تھے اور کتنے ہی تھے جو اپنی نجی مشکلات اور تفکرات میں گھرے ہوئے آپکی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہونے کے خواہاں تھے کہ آپ کے ہمدردانہ مشوروں اور دردمندانہ دعاؤں سے فیضیاب ہوں۔ اسی طرح کچھ وہ مظلوم تھے جو ظالم کے خلاف آپکی بے خوف صفتِ عدل سے احتجاج کرنے کی راہ دیکھ رہے تھے اور کچھ وہ مصیبت زدگان تھے جن کی نگاہیں خصوصاً حضور ایدہ اللہ کی بیماری کے ایام میں آپکی جانب اُٹھتی رہنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ پھر ایسے شاکی بھی کم نہیں تھے جنہیں مجھ سے یا آپ سے یا زید یا بکر سے شکایت تھی اور وہ تسلّی نہ پاتے تھے جب تک کہ خود حضرت میاں صاحب سے کہہ کر اُن کے ہاتھوں اِن شکایات کا ازالہ نہ کروالیں۔ اور ان سب سے الگ عاشقانِ مسیح موعود علیہ السلام کا ایک وہ گروہ بھی تھا جو آپ کے اس صاحب جمالِ لختِ جگر کو ایک نظر صرف ایک

نظر دیکھنے کا متمنی تھا اور دیدار کے سوا اور کوئی خواہش نہ
تھی کوئی مقصد نہ تھا لیکن افسوس کہ منتظر بن کا یہ سارا قافلہ
بیٹھا رہا اور جس نے رخصت ہونا تھا وہ رخصت ہو گیا! آج
ہر مخلص احمدی کا دل زبانِ حال سے اس شعر کا مصداق
بنا ہوا ہے کہ ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

یہی ہم سب کے دل کی آواز ہے اور جب تنہائی میں جدائی کا
غم دل کو ہر سمت سے گھیر لیتا ہے تو اس مفہوم کی گونج سینے
میں خود بخود بار بار اٹھتی ہے:

روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد!

مَیں نے تو پھول کا چہرہ بھی جی بھر کر نہیں دیکھا تھا کہ بہار
رخصت ہو گئی!!!

یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مجھے آپکی بیماری
کے آخری دو چار ایام میں قریب رہنے کا موقعہ مل گیا ورنہ
ہمیشہ کے لئے حسرت کی ایک پھانس دل میں رہ جاتی۔ حق
خدمت تو میں پھر بھی ادا نہیں کر سکا مگر آخری ایام کا محض
قرب بھی یادوں کے لئے ایک گونہ تسکین کا موجب ہوا کرتا
ہے۔ حق خدمت مَیں ادا نہیں کر سکا کچھ تو اس لئے کہ ہر نعمت
کا حصول طبعاً انسان کو اس نعمت سے غافل کر دیا کرتا ہے
اور کچھ اس لئے بھی کہ میری کوئی خدمت بھی حق کی ادائیگی
کے لئے کافی نہ تھی۔ بچپن ہی سے آپ نے جس محبت اور
شفقت کا سلوک مجھ سے روا رکھا وہ ایسا سلوک نہ تھا
کہ کوئی خدمت بھی اس کا صلہ دے سکے۔ اور پھر میرے اختیار
میں تھا بھی کیا؟ آپکی بے قراری کو دیکھتا تھا مگر اُسے دُور
کرنے کی طاقت نہ پاتا تھا۔ آپ کے کسی دُکھ کا مداوا میرے
قبضۂ قدرت میں نہیں تھا۔ یہ بھی محض خدا تعالیٰ کا فضل
سمجھتا ہوں کہ آخری دو چار روز آپکی صحبت میں رہنے کا
موقع مل گیا ورنہ حق تو یہ ہے کہ مَیں اس کا بھی حقدار نہ تھا۔

حضرت میاں صاحبؓ کے اخلاق میں انبیاء کے اخلاق
کی جھلک پائی جاتی تھی جس طرح چاند اپنی روشنی میں سُورج
کا مرہونِ منت ہوتا ہے اسی طرح آپ انبیاء کے نور سے
حصہ پاتے تھے۔ آپ موحّد تھے۔ آپ متوکل تھے۔ آپ
متقی تھے۔ آپ جرأت مند تھے۔ آپ سخی تھے اور غریبوں
کے ہمدرد تھے۔ بے سہاروں کے مددگار تھے اور یتیموں
اور بیواؤں کے سرپرست۔ سخت ذہین اور زکی الحس۔
سخت فہیم اور دُور بین نظر رکھنے والے۔ طبیعت بہت ہی
متواضع اور متوازن تھی۔ اور معاملات کے ایسے صاف
تھے جیسے بارش کے بعد دُھلا ہوا آسمان۔ آپ وجیہہ اور
باوقار تھے لیکن مجسّم انکسار۔ مسائل کی کُنہ تک پہنچنے کے
عادی تھے۔ آپکی نگاہ تفاصیل اور جزئیات کے آخری
کناروں تک سرائت کر جاتی تھی۔ صادق القول اور صادق الوعد
تھے۔ عدل و انصاف پر قائم اور مظلوموں کی تائید میں
کمربستہ۔ نہایت غیور۔ حیادار۔ وفا کے پُتلے قصورواروں
کو معاف کرنیوالے عیب داروں کے عیب پوش۔ امر
بالمعروف و ناھی عن المنکر۔ صاحبِ عقل و دانش
اور صاحبِ دل۔ خداداد فلسفہ اور منطق کے حامل۔ شاعر
اور ادیب۔ صاحبِ تحریر اور صاحبِ تقریر۔ موقعہ شناس
حلیم الطبع۔ محتاط۔ نگران۔ ثابت القول۔ باریک بین
متوکل۔ مستغنی۔ سادہ مزاج۔ خوش خلق۔ شیریں کلام۔

بذلہ سنج نکتہ رس نکتہ نواز۔ حاضر جواب حاضر دماغ۔ نظر شناس
عالم۔ عامل۔ عارف۔ عابد۔ زاہد غرضیکہ حسب ظرف و مرتبہ
آپ نے اُن تمام صفاتی رنگوں سے اپنی فطرت کو رنگین کر
رکھا تھا جن میں انبیاء علیہم السلام سر تا پا رنگین ہوا کرتے ہیں
یہ وہی رنگ ہیں جن میں جب ایک مخصوص توازن پایا جاتا
ہے تو خود بخود نور کا ظہور ہوتا ہے اور یہ وہی نور ہے
جس کا کمال حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی ذات
میں ہوا کیونکہ آپؐ کی صفات حسنہ میں ایک ایسا بے مثل
امتزاج۔ ایک ایسا کامل توازن تھا جس کے وجود سے یہ
صفات سرا پا نور اللہ میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ اسی کا
دوسرا نام صبغۃ اللہ ہے اور یہی وہ رنگ ہے جس کے
حصول تام سے بشر اور نور کا کوئی جداگانہ وجود نہیں رہتا
لیکن یہ ایک علیحدہ بحث ہے میں تو اس وقت اُس نبیوں
کے چاند کا ذکر کر رہا تھا جس نے اپنی توفیق اور بساط کے
مطابق انبیاء علیہم السلام کے نور سے حصہ پایا تھا اور جس
طرح مادی چاند اپنی تابانی میں سورج سے کہیں کم ہونے کے
باوجود اس کے نور کے ہر حصے سے فیضیاب ہوتا ہے اس میں
کوئی شک نہیں کہ حضرت میاں صاحبؓ بھی اسی تمثیل کے مطابق
صفات نبوت سے زندگی بھر فیضیاب ہوتے رہے۔

میں نے آپکی جو صفات بیان کی ہیں اُن میں آپ کو
"شاعر" بھی شمار کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی یہ اعتراض اٹھائے
کہ انبیاء تو "شاعر" نہیں ہوا کرتے۔ ہاں مجھے تسلیم ہے کہ انبیاء
اُن معنوں میں شاعر نہیں ہوا کرتے جن معنوں میں ان کے
مخالفین انہیں اس نام سے پکارتے ہیں اور جن معنوں میں
قرآن اس کی نفی کرتا ہے ... ...

... ... ہے مگر ان معنوں میں وہ ضرور شاعر ہوا کرتے ہیں کہ
ان کی فطرت میں شعریت کا رس گھلا ہوتا ہے۔ میری مراد اس
شعریت سے ہے جس کا وجود روحانیت کے اعلیٰ مراتب
کے حصول کے لئے ضروری ہے اور جس کے بغیر کوئی سالک
سلوک کی بلند تر منازل پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ وہ شعریت
جو خدا تعالیٰ کے عشق کی آگ کے لئے ایندھن کا کام دیتی
ہے۔ آپ اس شعریت کے حامل کا نام شاعر نہیں کچھ اور
رکھ دیں۔ عاشق کہہ دیں۔ عارفِ کامل سمجھیں۔ صوفی کہہ کر
پکاریں۔ لامحالہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ انبیاء
کے دل ایک نہایت لطیف آسمانی شعریت سے لبریز ہوا
کرتے ہیں بلکہ سب اولیاء بھی حسبِ توفیق اس لطیف جذبہ
سے حصہ پاتے ہیں۔

اس امر کو ملحوظ رکھنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ حضرت
میاں صاحبؓ کی صفات کے بیان میں میں نے تکلف اور
بناوٹ سے کام نہیں لیا۔ یہ نہیں کیا کہ پہلے انبیاء کی صفات
کا تصور باندھ کر حضرت میاں صاحبؓ پر ان صفات کو چسپاں
کرنے کی کوشش کروں تاکہ آپ کا قمر الانبیاء ہونا ثابت
ہو سکے۔ عیاذاً باللہ یہ طریق نادرست بھی ہے اور میری
طبیعت کے سخت خلاف بھی۔ میں تو آج صرف اس نیت سے
بیٹھا ہوں کہ حضرت میاں صاحبؓ کے وجود کو اپنے ذہن
میں مستحضر کر کے جہاں تک میری ذہنی قوتیں یاری کریں آپکی
صفات کے مشاہدہ میں کھویا جاؤں اور وقتاً فوقتاً اس
عالمِ محویت سے رخصت لے کر حاصلِ مشاہدہ کو قلمبند کرتا
رہوں۔

ایک ایسی شمع کی طرح جو ایک فانوس میں بند ہو

اور اس فانوس کے ہزار پہلو ہوں اور ہر پہلو اپنا جداگانہ
رنگ رکھتا ہو خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کے بھی متعدد
حسین و جمیل صفاتی پہلو ہوا کرتے ہیں اور اس صفاتی فانوس
کی گردش سے ایک نظارہ کرنیوالے کو ہر آن ایک نئے
حسن کا نظارہ ہوتا ہے۔ میر درد بھی حسنِ ازل کو مخاطب
کرتے ہوئے اس مضمون کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے
ہیں کہ ؎

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے

حضرت عموں صاحب کو یہ شعر بہت ہی پسند تھا سب سے
پہلے میں نے خود آپکی زبان ہی سے سُنا تھا بعد میں بھی
آپ نے کئی مواقع پر اس کو دہرایا آپؓ فرمایا کرتے
تھے کہ میر درد کا یہ شعر سورۃ رحمٰن کی آیت کُلَّ یَوْمٍ
ھُوَ فِیْ شَان کی تفسیر ہے۔ پس اسی شعر کے مصداق آپکی
بھی بہت سی حسین و جمیل صفات تھیں۔ اب جیسے جیسے مجھے
جو کچھ یاد آتا رہے گا قلمبند کرتا رہوں گا۔ ایک سوانح حیات
کے مصنف کی طرح نہیں کہ جو خود پر ایک ترتیب فرض کر لیتا ہے
بلکہ ویسے ہی اکا دکا کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے جیسے بلا تکلف
خود بخود کسی پیارے کی یاد آیا کرتی ہے جو ترتیب کی پابند نہیں
ہوتی بلکہ آزاد ہواؤں کے جھونکوں کی طرح کبھی اس سمت میں
دوڑتی ہے کبھی اس سمت میں۔ ڈلہوزی کی بات ہے ایک
مرتبہ قادیان سے آپ نے مجھے ایک خط میں یہ شعر لکھا کہ ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں آں قصۂ پارینہ را

اگرچہ اصل شعر میں اس سے ایک دو الفاظ مختلف ہیں مگر
آپ نے اسی طرح لکھا تھا۔ ویسے مضمون میں کوئی فرق نہیں۔
یہ اُس سال کی بات ہے جس سال میری امیؓ کی وفات ہوئی
تھی اور یہ شعر آپ نے نصیحت کے طور پر لکھا تھا کہ صدمہ
خواہ کیسا شدید ہو زمانہ ضرور اسے مدہم کرتے کرتے مٹا دیا
کرتا ہے۔ پس اگر تم میں وفا ہے اور

"اگر تم اپنے دل کے داغوں کو تازہ رکھنا
چاہتے ہو تو کبھی کبھی اس پرانے قصہ کو دہراتے
رہا کرو"

کیسے تعجب کی بات ہے کہ لوگ تو عزیزوں کی وفات پر یہ
نصیحت کیا کرتے ہیں کہ جانے دو بھول جاؤ یہ قانونِ قدرت
ہے اسی طرح ہوا ہی کرتا ہے مگر آپ اس رسمی ہمدردی سے
الگ تھلگ بالکل ایک نرالا طریق اختیار کرتے ہیں۔ اپنی خداداد
فراست اور انسانی فطرت سے گہری واقفیت کی بناء پر آپکو
یہ فکر نہیں ہوئی کہ اس صدمہ کو کہیں میں بہت لمبا نہ چلاؤں
آپ جانتے تھے کہ غیر مبدل قانون قدرت اور نہ رُکنے والا
وقت اس صدمہ کی فکر خود کر لیں گے۔ آپ کو اگر فکر تھا تو
بس یہ تھا کہ نوعمری کے اس جذباتی صدمہ کی شدت دُور ہونے
پر کہیں میں اپنی ماں کی یاد سے بالکل ہی غافل نہ ہو جاؤں
جبکہ ماں باپ کا اپنی اولاد پر حق ہوا کرتا ہے کہ وہ ان کی
یاد کی کسک کو کم از کم اس حد تک ضرور زندہ رکھیں کہ
گاہے گاہے درد مند دعاؤں کی تحریک ہوتی رہے۔
یہ بات چھوٹی سی تھی مگر ہمیشہ کے لئے مجھے آپ کے جذبۂ
وفا اور بالغ نظری کا قائل کر گئی۔ گھائل کر گئی! کاش آپکی
یاد سے بھی ہم یہی سلوک کریں کہ اُسے مٹنے نہ دیں اور کبھی
کبھی اس قصۂ پارینہ کو دُہراتے رہا کریں۔

آپکی عادت تھی کہ آپ نصیحتیں اکثر احادیث کے بیان
کے ساتھ یا بعض تائیدی واقعات اور قصے سُنا کر کیا کرتے
تھے اور پھر ہمیشہ ان کو دہراتے رہتے تھے تاکہ وہ مخاطب
کے خوب ذہن نشین ہو جائیں۔ آپ سے ایک ایک حدیث
اور ایک ایک واقعہ مَیں نے بیسیوں مرتبہ سُنا ہے۔ بعض آپکی
طبیعت سے ناواقف سُننے والے بعض دفعہ آپ کو یہ یاد دلانے
کی کوشش کرتے تھے کہ آپ یہ واقعہ ہمیں ایک مرتبہ پہلے بھی
سُنا چکے ہیں تو آپ ہاتھ کے قوی اشارہ کے ساتھ اسے
روک کر جاری رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی طرزِ بیان میں
ایسی لذت ودیعت کی ہوئی تھی کہ مَیں بغیر ذرہ بھر مبالغہ کے کہتا
ہوں کہ اُس بسا اوقات سُنے ہوئے واقعہ میں پھر ایک نیا
لُطف بھرا ہوتا تھا اور اس میں مخفی سبق دل میں از سرِ نو تازہ
ہو جایا کرتا تھا۔ آپ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی سوانح حیات میں
سے جو واقعات بار بار سُنایا کرتے تھے اُن میں سے ایک
وہ چھریوں والا واقعہ بھی تھا جس میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی
طالب علمی کے زمانہ میں ایک بزرگ نے آپ کو نصیحت کی
تھی کہ جس طرح قصاب اپنی کُند ہوتی ہوئی چھریوں کو وقتاً
فوقتاً ایک دوسرے سے رگڑتا رہتا ہے تاکہ ان کی کھوئی
ہوئی آب واپس آجائے ویسے ہی ہم صفات لوگوں کے
ملتے رہنے سے گرد آلود صفات کی چمک دمک بحال ہوتی رہتی
ہے۔ بارہا مَیں نے آپکی زبان سے یہ واقعہ سُنا ہے کبھی تو
زور اس پہلو پر ہوتا تھا کہ ملتے رہنا یکطرفہ فائدہ کا موجب
نہیں ہوتا بلکہ دونوں فریق ایک دوسرے سے استفادہ
کرتے ہیں اور کبھی یہ فکر دامنگیر ہوتا تھا کہ کہیں اگلی نسلیں
گذرتے ہوئے بزرگوں کی صحبت ترک کرکے اپنی طبیعت کو
زنگ آلود نہ کرلیں۔ آپکی شدید خواہش تھی کہ احمدیت کی
نئی نسلیں اپنے بزرگوں سے بار بار کے استفادہ سے ایسی
آبدار ہو جائیں کہ ان کے گذر جانے کے بعد خود ان میں بھی
ایک دوسرے کو چمکانے کی خاصیت پیدا ہو چکی ہو۔

آپ کی طرزِ کلام میں شوکت اور قوت پائی جاتی
تھی۔ آپکی بات کا انداز ایک ایسے نقاش کی طرح تھا جو کسی
بساط پر مضبوط ہاتھوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نقش جما رہا ہو۔
آپ جب کوئی پیغام بھجواتے تھے تو پیغامبر کو تین مرتبہ سُنا کر
اُس سے اُسے دہرانے کا تقاضہ کرتے تھے اور ہمیشہ فرماتے
تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا۔

آپکی روزمرہ کی زندگی حضرت رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی باریک در باریک پیروی کی برکت سے چاند
ستاروں کی طرح درخشاں ہو چکی تھی۔ ہمسایوں کا خاص
خیال اور ان سے شفقت کا سلوک۔ اعزّہ و اقارب کو تحائف
بھجواتے رہنا اور ہر خوشی اور غمی کے موقعہ پر انہیں یاد رکھنا
بچوں سے غیر معمولی پیار اور ان کی چھوٹی چھوٹی خواہشات
کو پورا کرنے کا خیال۔ بیماروں کی عیادت اور حاجتمندوں کی
حاجت روائی۔ کوئی ایک بات ہو تو کہوں ہر ہر بات کے ساتھ
کئی کئی واقعات وابستہ ہیں۔ قادیان میں ہمارا گھر آپکی
ہمسائیگی میں تھا بلکہ دروازہ سے دروازہ ملا ہوا تھا اور
جہاں تک مجھے یاد ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو کوئی تحفہ
آیا ہو یا گھر میں کوئی پسندیدہ چیز بنی ہو اور آپ نے
اُس میں سے کچھ ہمارے ہاں نہ بھجوایا ہو۔ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے
تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا۔ کبھی
ہمارے ہاں سے کوئی تحفہ جاتا تو برتن کبھی خالی واپس نہ بھیجتے

گھر میں جو کچھ بھی تحفہ کے لائق پاتے کچھ نہ کچھ بھجوا دیتے۔ بغیر تکلف کے۔ بغیر اس حجاب کے کہ وہ تحفہ آئے ہوئے تحفہ سے بظاہر کمتر ہے۔ مجھ سے ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہی طریق تھا۔ بچوں سے محبت اور پیار کرتے تھے اور یہ ارشاد تب بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچوں سے پیار فرمایا کرتے تھے۔ آپ اس پیار میں اتنا بڑھے ہوئے تھے کہ ہمیشہ اپنی الگ الماری میں بچوں کے لئے گولیاں۔ ٹافیاں۔ غبارے۔ مرمرہ۔ پھلیاں۔ آم پاپڑ اور سردیوں کے موسم میں چلغوزے اور دیگر خشک میوہ جات وغیرہ مقفّل رکھتے تھے۔ الماری کیا تھی گویا ایک چھوٹے بچوں کی دلچسپی کی دکان تھی۔ البتہ اس دکان سے پیسوں کے نہیں بلکہ ہمیشہ محبّت اور شفقت اور معصوم خوشیوں کے سودے ہوا کرتے تھے۔ بچے بڑی کثرت سے "عموں صاحب" کو "سلام" کرنے جاتے اور واپسی پر صرف سلامتی کی دعا ہی نہیں بلکہ اپنی اشتہا کی دوا بھی لے کر لوٹتے تھے۔ خاندان کے بچے بھی کچھ کم نہ تھے غیر از خاندان بچوں کو بھی جب آپکی اس شفقت کا علم ہوتا تو پُر امید نگاہوں سے جو کبھی مایوس نہیں لوٹیں سلام کی سعادت حاصل کرنے کو حاضر ہونے لگتے۔ کبھی آپ تھکتے نہیں نہ ماندہ ہوتے ہمیشہ مسکراتے ہوئے اور بعض اوقات اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں ان بچوں کی غیر معمولی عقیدت پر ایک آدھ فقرہ چُست کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے الماری کھولتے اور کبھی خود ہی اس بچہ کے لئے کوئی تحفہ پسند فرماتے کبھی پوچھتے کہ بتاؤ اس اس چیز میں سے کیا لوگے۔ عموماً بچے اس سوال سے سخت گھبراتے تھے اور "عموں صاحب" ان کی اس الجھن کو بھانپتے ہوئے دونوں چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ دے دیا کرتے تھے۔

مَیں تو کچھ اس بناء پر کہ گھر قریب تھا اور کچھ آپکی خاص شفقت کے زعم میں اور کچھ اس لئے بھی کہ مجھے اور بچوں سے کچھ زیادہ ہی بھوک لگا کرتی تھی اکثر دن میں کئی کئی مرتبہ جاتا اور کبھی آپ کو اپنے سلاموں سے تنگ آتے نہیں دیکھا اور یہ بھی ایک بلا مبالغہ حقیقت ہے کہ صرف یہی ایک وجہ میرے آنے جانے کی نہیں تھی۔ آپکی مسلسل بے لوث محبت کی بنا پر مجھے آپ سے ایسا پیار ہو چکا تھا کہ بار بار آپ کے پاس آنے جانے کو جی چاہتا تھا۔ جہاں تک آپکی عنایات کا تعلق ہے یہ تو ایک ایسا کنواں تھا کہ اگر پیاسے نہ آئیں تو خود پیاسوں کے پاس پہنچ جانے کا عادی تھا۔ ایک دفعہ ہم سب چھوٹے بھائیوں کو حضور ایدہ اللہ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب انورؔ کی نگرانی میں ڈلہوزی بھجوایا۔ ان دنوں میں آم کا موسم ختم ہونے کو تھا اور آخری موسم کے آم "فجری" رہتے تھے۔ آپ نے میرے لئے باریک خوبصورت رنگین کاغذوں میں لپٹے ہوئے فجری آموں کی ایک پیٹی بند کروائی (آپ جب بھی کسی کو کوئی تحفہ دیتے تھے نہایت سلیقے سے سجا کر دیا کرتے تھے) پھر تاکید فرمائی کہ ان کو کھانے سے پہلے یہ احتیاط کر لینا کہ نہ تو یہ ذرّہ بھر کچے ہوں نہ ایک اعشاریہ زیادہ پکے ہوں۔ کیونکہ فجری آموں کی یہ کمزوری ہے کہ ذرا بھی زیادہ پک جائیں یا ذرا کچے رہ جائیں تو مزہ بالکل بگڑ جاتا ہے البتہ پورے پکے ہوئے آم بہت عمدہ اور لطیف ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ فجری آم اپنا بہترین مزہ پہاڑ پر دیتا ہے۔ چنانچہ ان تاکیدوں کے ساتھ آپ نے وہ آموں کی پیٹی میرے ساتھ روانہ فرمائی لیکن ان نصائح کا نتیجہ میرے لئے میری کوتاہی کی وجہ سے اُلٹا نکلا۔ مَیں تو اسی احتیاط میں رہا کہ

آم عین پک جائیں تو کھاؤں اور روزانہ مناسب پکے ہوئے آموں کی تلاش میں انہیں الٹتا پلٹتا رہا اور خلیفہ منیر الدین صاحب جو اس سفر میں ہمارے ہمراہ تھے اور برادرم مرزا انور احمد صاحب چوری چھپے نیم پکے ہوئے آم ہی کھاتے رہے اور جب تک مجھے اس چوری کا علم ہوا اکثر آموں کا صفایا ہو چکا تھا۔ عموں صاحب رضی نے جب مجھ سے خط لکھ کر پوچھا کہ آم کیسے تھے تو مجبوراً مجھے شکایت کرنی پڑی۔ چنانچہ اس کے بعد اکثر جب خلیفہ منیر الدین ملتے تھے تو پوچھا کرتے تھے کہ "کیوں منیر پہاڑ پہ فجری آم کیسے لگتے ہیں؟" یہ محض مذاق نہیں تھا بلکہ اس میں کچھ نصیحت کی آمیزش بھی تھی۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد سے انہوں نے کبھی ازراہِ مذاق بھی چوری نہ کی ہو گی۔

آپکی عنایات محض بہت بچپن کی عمر تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ خاصی بڑی عمر کے اہلِ خاندان بھی اس پہلو سے آپکی نظر میں بچے ہی تھے۔ اگرچہ آخری عمر میں ذمہ داریوں کے بے حد بوجھ اور تفکرات کے غیر معمولی طور پر بڑھ جانے سے بچوں کا خیال پہلے کی طرح نہیں رکھ سکتے تھے مگر پھر بھی جب کبھی کوئی موسمی پھل یا ہندوستان کے کیلے آئے ہوئے ہوں تو آپ کے کمرے میں نوعمر زائرین کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھ جایا کرتی تھی لیکن باوجود شدید مصروفیت کے یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ کسی کو صاف صاف نکل جانے کے لئے کہیں مبادا اس کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ چند ہی ماہ کی بات ہے قادیان سے کیلے آئے ہوئے تھے ایک بڑی عمر کی بچی نے جا کر خاص طور پر سلام کیا۔ اسی خلوص کے ساتھ آپ نے برجستہ فرمایا:۔

"وعلیکم السلام مگر کیلے ابھی کچے ہیں!"

حاضر جوابی اور نہایت ہی لطیف اور پاکیزہ مزاح آپ پر ختم تھے۔ اور یہ مزاح جس انوکھے رنگ میں آپ نصیحت کے لئے استعمال کرتے تھے وہ رنگ آپ ہی کا حصہ تھا۔ قادیان کی بات ہے غالباً جلسہ کے دن تھے کئی نوجوان باہر آپ کے مردانہ صحن میں مجلس کر رہے تھے اور چونکہ ان میں سے بعض سگریٹ بھی پیتے تھے اس لئے اس ڈر سے کہ حضرت میاں صاحب رضی اوپر سے نہ آجائیں اندر سے کنڈے لگا کر سگریٹ نوشی کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد ہی آپ تشریف لے آئے دروازہ کھلوایا السلام علیکم کہا اور باہر تشریف لے گئے۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور کمرہ میں داخل ہو کر آدمی گنے۔ ایک دو تین چار پانچ چھ سات اور خاموشی سے سات الائچیاں جیب سے نکال میز پہ رکھ باہر چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد سب کمرے والے اس لطیف مذاق پر بے اختیار ہنس دئے مگر اس ہنسی میں جو خفت تھی وہ شاید آج تک اُن کو نہ بھولی ہو۔

ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ نشہ کا تو کیا سوال ساری عمر مجھے کبھی کسی غیر منشی چیز کی بھی عادت نہیں پڑی حتّٰی کہ جب مَیں سمجھتا ہوں کہ چائے کی بھی عادت سی ہو چلی ہے تو کچھ دیر کے لئے اسے ترک کر دیتا ہوں۔

آپ کے مزاح اور نصیحت کے امتزاج کے سلسلہ میں ایک بہت پرانی بات یاد آگئی۔ ابّا جان اور امی جب کبھی سفر پر جاتے تھے تو مجھے اور بھائی خلیل کو عموں صاحب کے ہاں چھوڑ جایا کرتے تھے چنانچہ ہمیں بعض اوقات کئی کئی مہینے آپ کے ہاں ٹھہرنے اور آپکی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا چچی جان بسبب بیماری روزہ رکھنے سے معذور تھیں مگر سحری کے وقت تہجّد کی غرض سے اور کچھ کھانے پینے کا خیال رکھنے کی خاطر باقاعدہ

ساتھ اٹھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم سحری کھا رہے تھے کہ کسی
خادمہ کی غلطی پر چچی جان نے ذرا اونچی آواز میں اسے سخت سست
کہا۔ عموں صاحب ان سے تو کچھ نہ بولے مگر مجھے مخاطب کرکے
فرمانے لگے تم جانتے ہو نا کہ تمہاری چچی جان بیمار ہیں بیچاری
روزے تو نہیں رکھ سکتیں البتہ ذکر الٰہی کے لئے اس وقت
ضرور اٹھتی ہیں وہ دن اور رمضان کا آخری روزہ پھر
چچی جان نے کبھی سحری کے وقت آواز بلند نہیں کی۔

مزاح کا یہ لطیف رنگ خود بخود بغیر کسی کوشش کے
ایسا با موقعہ ابھرتا تھا کہ فضا کو رنگین بنا دیتا تھا اور بعض
اوقات تو اس میں ایسا بے ساختہ پن پایا جاتا تھا کہ ظہور
کے وقت تک مزاح چپ چاپ سنجیدگی کے پردوں میں
چھپا رہتا تھا اور کسی کو کانوں خبر نہ ہوتی تھی۔

ابھی دو تین دنوں کی بات ہے کہ آپا جان عموں صاحبؓ
کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے ایک دفعہ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اونٹ کا گوشت
بھی کھایا تو میاں شریف (یعنی چھوٹے چچا جان) جو اس وقت
چھوٹے سے تھے بولے کہ ہاں مجھے بھی اچھی طرح یاد ہے میں
بھی اس وقت پاس ہی تھا۔ اس پر میاں بشیر (یعنی عموں صاحبؓ)
نے نہایت سنجیدگی سے کہا کہ ہاں آپ ٹھیک کہتے ہوں گے
اور آپ نے ضرور کھایا ہوگا کیونکہ یہ آپکی پیدائش سے
چالیس سال پہلے کا واقعہ ہے لطیف پُر وقار مزاح اور
نصیحت کی دلفریب آمیزش جس رنگ میں آپ کر سکتے تھے
شاذو نادر ہی کوئی کر سکتا ہوگا اس کی بیسیوں سینکڑوں مثالیں
ہیں بلکہ شاید ہی آپ کی زندگی کا کوئی ایسا دن ڈوبا ہو گا
جس میں آپ کی زبان سے کوئی ادبی شہ پارہ نہ نکلا ہو مگر
افسوس کہ نہ تو یہ سب باتیں محفوظ ہو سکی ہیں نہ ہی یہ موقعہ ہے
کہ اس ذکر کو اور لمبا کیا جا سکے۔

میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ نصیحت صرف مزاح کی
ملونی کے ساتھ ہی کیا کرتے تھے بلکہ آپ ایک قادر الکلام
فصیح و بلیغ عالم تھے اور ہمیشہ اقتضائے حال کے مطابق کلام
فرماتے تھے۔ جب سنجیدگی کی ضرورت محسوس کرتے تو سنجیدگی
سے کام لیتے تھے اور جب جلال کا موقع ہوتا تھا تو جلال کا
اظہار فرماتے۔

قادیان کا ذکر ہے ایک مرتبہ گھر کے کسی فرد کا ذکر
ہوا گرمیوں کی شام تھی چچی جان باہر صحن میں پلنگ پر بیٹھی تھیں
اور عموں صاحب مجھے بازو سے پکڑے ہوئے ٹہل رہے تھے
کسی کا ذکر ہو رہا تھا جس نے حضرت عموں صاحب تک کسی کی
کوئی بات غلط اور نامناسب رنگ میں پہنچائی تھی جس سے
ناحق آپ کے دل میں کچھ رنج پیدا ہو گیا۔ مگر چونکہ آپ
ہمیشہ ایسے موقعہ پر متعلقہ شخص سے دریافت کر لیا کرتے تھے
اس لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کو حقیقت حال معلوم ہو گئی
چنانچہ اسی کے متعلق آپ مجھ سے افسوس کا اظہار فرما رہے
تھے کہ بعض لوگ خواہ مخواہ فتنہ کا موجب بن جاتے ہیں۔ یہ
سن کر حضرت چچی جان نے کہا کہ میں تو آپ کو ہمیشہ کہتی ہوں کہ وہ
شخص ناقابلِ اعتماد ہے مگر پھر بھی آپ اس سے تعلق رکھتے
ہیں اس پر آپ نے وہیں قدم روک لئے اور ایک ایسی آواز
میں جو غصہ والی اور اونچی تو نہیں تھی مگر اس میں بے پناہ قوت
پائی جاتی تھی فرمایا۔ دیکھو مجھے ایسا مت کہو۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی
کمزوریوں پر نگاہ رکھتا تو اس کا کسی بندہ سے تعلق نہ ہوتا

وہ اپنے بندے کی کسی خوبی پر نظر رکھ کر اس سے تعلق رکھتا ہے
پس وہ میری کیسی ہی بدخواہی کرے مَیں اس سے تعلق نہیں
توڑوں گا۔ پھر دھیمی نرم آواز میں فرمانے لگے تم جانتی ہو کہ
اُس میں بعض بہت بڑی خوبیاں بھی ہیں اور پھر ایک دو نمایاں
خوبیوں کا ذکر فرمانے لگے۔ اپنے تمام واقفیت کے حلقہ پر
نظر دوڑا کر میں پورے وثوق اور شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا
ہوں کہ آپ اس زمانہ کے بہترین ناصحین میں سے تھے۔

آپ کی تحریری صلاحیتوں کے بارہ میں اس موقع
پر کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ آپکی تصانیف سے ایک جہان واقف
ہے اور محض یہ دہراتے رہنا کہ آپ بہت اچھا لکھنے والے
تھے کوئی خاص قیمت نہیں رکھتا۔ سلطان القلم کے عظیم الشان
وارث کے اس امتیازی ملکہ کے بارہ میں ضرورت ہے کہ
آپ کی تمام تصانیف کو مدّنظر رکھتے ہوئے ٹھوس علمی مقالہ جات
لکھے جائیں کیونکہ آپ کی تحریر کا سطحی حسن تو سب پر عیاں ہو
جاتا ہے اس کی مخفی در مخفی خوبیوں کے ادراک اور اظہار
کے لئے ایک غوطہ خور محقق کی ضرورت ہے۔

مَیں یہ علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ آپ اپنے ہر
لفظ کو عبارت میں اس طرح برمحل سجاتے تھے جیسے کوئی
ماہر صراف زیورات میں جوہر ٹکا رہا ہو۔ ہر پہلو سے جانچ کر۔
آپ جس لفظ کو جہاں بٹھا دیتے تھے اِلّا ماشاء اللہ کسی ادیب
کی طاقت میں نہ تھا نہ ہو گا کہ تحریر کے ظاہر و باطن کو بگاڑے
بغیر اسے اس مقام سے اٹھا سکے۔ ہلا سکے۔

آپکی یہ احتیاط الفاظ کی پرکھ تک ہی محدود نہ تھی
بلکہ رحمت و شفقت کے بعد اگر کوئی رنگ آپکی شخصیت پر غالب
تھا تو وہ احتیاط ہی کا رنگ تھا۔ احتیاط اور پھر احتیاط اور
پھر احتیاط اور پھر بھی آپ تسلی نہ پاتے تھے۔ آپ فرمایا
کرتے تھے کہ میری طبیعت میں احتیاط کمزوری کی حد تک
بڑھی ہوئی ہے۔ اور اس پہلو سے حضور ایدہ اللہ کیساتھ
اپنا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میری بڑھی ہوئی
احتیاط نے مجھ سے اقدام اور فیصلہ کی طاقت چھین لی ہے
اس کے برعکس حضرت صاحب میں فوری فیصلہ کی طاقت اور
بے دھڑک جرأت مندانہ اقدام کرنے کی صلاحیت موجود ہے
مَیں تو یہ سوچتا رہ جاتا ہوں کہ ایسا کرنا اچھا ہوگا یا بُرا اور
حضرت صاحب اس عرصہ میں فیصلہ ہی نہیں بلکہ عمل کر کے دکھا
دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ہی ان کے کام درست فرما
دیتا ہے۔ پھر آپ کئی مرتبہ فرماتے کہ دیکھو ایک لیڈر کیلئے
فوری فیصلے اور بے دھڑک اقدام کی طاقت کا ہونا ضروری
ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت صاحب نے بھی فرمایا
تھا کہ میاں صاحب نے اس بڑھی ہوئی احتیاط کی وجہ سے
مالی نقصان بھی بہت اٹھایا ہے۔ ایک جائداد کے متعلق وہ
تو یہ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ اس کا لینا بہتر ہے یا نہ لینا اور
مَیں خرید کر فائدہ بھی اٹھا لیتا ہوں۔ پس یہ احتیاط کا رنگ
اپنے غلبہ کی وجہ سے ایک پہلو سے کمزوری بن گیا تھا مگر آپکی
بہت سی دیگر صفات کو اسی غالب رنگ نے چار چاند بھی
لگا رکھے تھے۔

آپ کے مشوروں میں اسی احتیاط نے ایک غیر معمولی
وزن بھی پیدا کر دیا تھا خصوصاً بے صبرے نوجوانوں کیلئے
تو یہ مشورے ایک روشنی کے مینار کا کام دیتے تھے۔ نوجوانوں
پر ہی کیا موقوف آپ تو جگ مشیر تھے۔ آپکی محتاط طبیعت
اور حدید نظر دور دور کے خطرات کو بھانپ لیا کرتی تھی۔

جماعتی مسائل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کے مشوروں کو بہت وزن دیتے تھے اور انفرادی مسائل میں ہر کس و ناکس آپکے مشوروں سے استفادہ کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتا تھا۔ نادار اور بے کس تو صرف علاج ہی نہیں پوچھتے تھے بلکہ دوا بھی مانگا کرتے تھے۔ پس یہ ایک ایسا جگ وکیل تھا جس کے لئے فیس لینے کا تو کیا سوال بارہا مقدمہ کے اخراجات بھی پلّہ سے دینے پڑتے تھے۔

ابھی چند دن کی بات ہے کہ ایک ملنے والی افسوس کے لئے آئی اور بڑی حسرت سے یہ کہا کہ تمہارے ہاں افسوس کے لئے آئی ہوں مگر حق یہ تھا کہ تم لوگ یعنی حضرت میاں صاحب رضی کے خاندان کے افراد ہم بے کسوں سے افسوس کرتے۔ تمہارے تو گھر رستے بستے رہیں گے اور تمہیں دنیاوی سہاروں کی بھی کمی نہیں مگر ہم مشکل کے وقت کس سے دکھڑے کیا کریں گے کس سے مشورے مانگیں گے۔ اُس نے یہ کہا اور دلی درد سے اس کی آواز بھرّا گئی اور میں سوچنے لگا کہ ٹھیک ہی تو کہتی ہے آج ایک بیکسوں کا سہارا درد مند مشیر ہم میں باقی نہیں رہا وہ جس کے فیض کا دروازہ سب پر یکساں کھلا تھا وہ پیارا وجود وہ بہت ہی پیارا وجود جاتا رہا۔ اس وقت مجھے آپکی موت ایک دفعہ پھر محسوس ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر خلا کا بھیانک پن اس وجود کی عظمت اور چمک دمک سے براہ راست نسبت رکھتا ہے جس کے کھو جانے سے وہ خلا پیدا ہوا ہو۔

غالب نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے

بعض محبوبوں کے گذر جانے پر چمن اُداس ہو جاتے ہیں اور بعض کے گذرنے پر ویرانے۔ مگر خدا کے کچھ فقیر بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے کشکول میں محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن کی خیرات ہوتی ہے۔ جب خدا کے یہ برگزیدہ گذرتے ہیں تو چمنستانوں کو بھی اداس چھوڑ جاتے ہیں اور ویرانوں کو بھی اور بیابانوں کے چہروں سے بھی وحشت برسنے لگتی ہے۔ خدا کے خوشحال اور مفلوک الحال بندے یہی تو ہیں جو اس دنیا کی زندگی میں چمنستانوں اور ویرانوں کے مناظر پیش کرتے ہیں۔

مصوّرِ کائنات نے تصویرِ کائنات کچھ اسی طرح پر کھینچ رکھی ہے کہ وہ منبعِ حُسن تو اپنی جگہ پر قائم اور غیر فانی ہے مگر آنی جانی ہے ہر وہ صورت جو اس سے فیضیاب ہوتی ہے سب ایک ایک کر کے اُٹھتے جاتے ہیں حتّٰی کہ اُسی حُسنِ تام کا وہ کامل مظہر بھی باقی نہیں رہا چودہ سو برس پہلے جس کا حُسن ایسا چمکا تھا کہ ...

اس حُسن کا فیض آج تک جاری وساری ہے۔ حضرت میاں صاحب رضی کے اندر بھی جتنی خوبیاں تھیں اُسی فیضِ رساں کے فیض سے تھیں۔

سنّتِ رسولؐ کی پیروی کا آپکو اس قدر اہتمام تھا کہ باریک در باریک پہلو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ کیا بلحاظ رحم اور کیا بلحاظ عدل اور کیا بلحاظ مساواتِ اسلامی ہر اس روش پر سے ہو کر گذرتے رہے جس پر سے کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عشاق کا قافلہ گذرا تھا۔ اپنے خادموں پر ایسی شفقت تھی اور ان کے مقام کو ایسا اٹھاتے تھے کہ وہ برابر کرسیوں اور پلنگوں پر بیٹھتے تھے یہاں تک کہ گھر کے بعض افراد کبھی شکوے کے رنگ میں یہ کہہ دیتے تھے کہ

میاں صاحبؓ نے نرمی کر کر کے نوکروں کا دماغ خراب کر دیا ہے
کوئی کہتا تھا کہ آپ کے نوکر بدتمیز ہو جاتے ہیں مگر حضرت میاں صاحبؓ
نے کبھی ان امور کی پرواہ نہیں کی اور کبھی اسوۂ رسولؐ کی پیروی
میں پشیمان نہیں ہوئے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کبھی کبھی یہ
بھی ہونا چاہیئے کہ نوکروں کو میز پر بٹھا کر مالک انہیں کھانا کھلائیں
تاکہ نفس کے تکبر کا کیڑا ہلاک ہو جائے۔ تکبر سے شدید نفرت تھی
اور طبیعت ایسی منکسر اور عاجز تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ نوکر
تو خیر نوکر ہیں آپ کے خادم بشیر نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ
قادیان کی ایک بوڑھی خادمہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور
زمین پر بیٹھنے لگی تو آپ نے فرمایا اٹھو کرسی پر بیٹھو۔ اور وہ عورت
جسے گھر کے ایک خادم کے سامنے بھی کرسی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں
ہوتی تھی اور جس کی ساری عمر خاک میں لتھڑے ہوئے گذری اسے
باصرار آپ نے کرسی پر بٹھایا اور بشیر سے کہا کہ قادیان سے
آئی ہے پرانی خادمہ ہے اس کے لئے چائے لاؤ لیکن اسنے
یہ کہہ کر کہ ابھی فلاں کے گھر سے چائے پی کر آئی ہوں معذرت
پیش کر دی۔ پھر آپ بڑی ہمدردی سے کافی دیر تک اسکے
حالات پوچھتے رہے۔ ذرہ نوازی کی ایسی مثالیں ہر زمانہ میں ہی
کم ملتی ہیں مگر آج کی دنیا میں تو خصوصاً اخلاق کے یہ انمول
مظاہر سے عنقا ہوتے جاتے ہیں۔ ....

.... پس جب میں نے بشیر سے یہ واقعہ سنا تو حضرت میاں
صاحبؓ کیلئے دل سے خود بخود ایک بے اختیار دعا نکلی۔ ایک
ایسی دعا جو ایک غیر ارادی حرکت کی طرح دل سے پھوٹتی ہے۔
اب ایسے ذرہ نواز ایسے منکسر المزاج و بردبار میں کتنے رہ گئے
ہیں۔ جو ہیں خدا انہیں سلامت رکھے اور جو گذر گئے انہیں
اپنی رحمتوں کے سائے تلے جگہ دے۔ آمین

اس عادت سے سخت چڑتے تھے کہ کوئی بزرگ اصرار
کے ساتھ کوئی چیز دے اور اگلا انکار کرتا رہے کہ نہیں مجھے
ضرورت نہیں کبھی آپ کچھ کھانے کے لئے کسی بچہ کو پیار سے
کچھ دیتے تھے اور وہ یہ کہہ دیتا تھا کہ نہیں میرا پیٹ بھرا ہوا
ہے یا میں کھا کر آیا ہوں تو آپ سخت ناپسند فرماتے۔ آپ
کہا کرتے تھے کہ مقصود صرف کھانا نہیں ہوا کرتا بلکہ محبت کی
ایک پیشکش کو قبول کرنا اصل چیز ہے خصوصاً جب کوئی بزرگ
اظہار شفقت کے طور پر کوئی چیز دے تو برکت کے خیال سے
اسے ضرور نعمت سمجھ کر قبول کرنا چاہیئے۔ آپ کو اس امر کا اتنا
خیال رہتا تھا کہ اگر خواب میں بھی کوئی کسی بزرگ کی دی ہوئی
چیز کا انکار کرتا تو آپ سخت تنگی محسوس کرتے۔ ایک مرتبہ قادیان
میں آپکی ایک صاحبزادی نے آپکو اپنا ایک خواب سنائی کہ میں
دیکھتی ہوں کہ حضرت اماں جان کھانا کھا رہی ہیں اور میں اور
امۃ الباسط (میری ہمشیرہ) کھیلتی ہوئی آپ کے پاس چلی جاتی
ہیں۔ اماں جان ہمیں کچھ کھانے کے لئے دیتی ہیں تو میں معذرت
کر دیتی ہوں کہ اماں جان میرا پیٹ بھرا ہوا ہے اور امۃ الباسط
لے کر کھا لیتی ہے۔ بس ان کا یہ بیان کرنا تھا کہ حضرت عموںؓ
صاحبؓ کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا اور سخت تکلیف سے کہا کہ
یہ تمہاری کیا عادت ہے کہ بزرگوں کا انکار کر دیتی ہو۔ اب
دیکھو کہ تم ایک برکت سے محروم رہ گئیں۔ اور بار بار یہ بار بار
یہی کہتے رہے۔ انہوں نے بہت احتجاج کیا کہ ابا جان میرا اس
میں کیا قصور ہے یہ تو خواب تھی اور خواب پر کس کو اختیار
ہوتا ہے مگر آپ پھر بھی تاسف کا اظہار کرتے رہے اور فرمایا
کہ میں جانتا ہوں کہ یہ خواب ہے مگر خوابیں بھی تو عادت کے
مطابق آتی ہیں تمہیں عادت ہے کہ جب تمہیں کوئی بزرگ چیز

دے تو تم تکلف کرتی ہو اسی لئے تمہیں خواب بھی ویسی ہی
آئی ہے۔ اس چھوٹے سے واقعہ سے بھی آپکی سیرت کے کئی
پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ آپکی فطری سعادت۔ حضرت
اماں جان کی محبت اور آپ کے تقدس اور عظمت کا احساس
اور بزرگوں سے ہر خیر و برکت کے حصول کی تمنا یہ تینوں ایسی
باتیں ہیں جو آپکی شخصیت کا ایک لازمی جزو تھیں۔ جہاں تک
آسمانی برکتوں کا تعلق ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی
بھوک نہ مٹنے والی تھی۔ بے شمار برکتوں کے وارث ہونیکے
باوجود اور باوجود اس کے کہ آپ کا دامن برکتوں سے
چوٹی تک بھرا ہوا تھا۔ آپکی حصولِ برکت کی پیاس بجھنے میں نہ
آتی تھی۔ توحیدِ صافی کا ایک پاکیزہ سمندر آپ کے سینہ میں
موجیں مارتا تھا۔ عیاذاً باللہ ظاہری تبرکات وغیرہ کو آپ کا
باعثِ برکت سمجھنا کسی توہم پرستی یا شرک کی بناء پر نہیں تھا۔
آپ موحد تھے۔ آپ کے اور شرک کے مابین بُعد المشرقین
تھا۔ آپکی تو روح توحید ہی کے پانی پر جیتی تھی۔ صدق اور
توحید آپکی روحانی کائنات کے دو غیر متزلزل ستون تھے
ایک مرتبہ میں نے سوال کیا کہ کیا آپ جنوں کے قائل ہیں تو
فرمانے لگے کہ ہاں ان کے وجود کا قائل ہوں مگر ان کا دائرہ
عمل انسانی دائرہ عمل سے الگ سمجھتا ہوں۔ پھر مسکرا کر فرمانے
لگے کہ مظفر کے نانا جنوں کے قائل تھے اُن کی عمر کے آخری
ایام میرے ہی کمرہ میں کٹے تھے اور کئی مرتبہ کہا کرتے تھے کہ
جن آتے ہیں اور مجھ سے ملاقات کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ
کہ کیا کبھی آپ کو بھی تجربہ ہوا ہے فرمانے لگے میں نہیں کہہ
سکتا کہ وہ کیا چیز تھی مگر ایک واقعہ میرے ساتھ ایسا ہوا ہے
جو اس تعلق میں بیان ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میں
گھر میں اکیلا تھا اور اپنے بڑے کمرے میں سوتا تھا۔ رات
پڑھائی سے فارغ ہو کر اٹھا اپنے کمرے کی تمام چٹخنیاں اپنے
ہاتھ سے اچھی طرح بند کیں اور سونے کے لئے ابھی لیٹا ہی
تھا کہ کسی نے بوجھل ہاتھوں سے میری رانوں پر دباؤ ڈالا۔
میں اُس وقت پوری طرح ہوش وحواس میں تھا اور نیند
یا قابوس وغیرہ کا سوال ہی نہیں تھا۔ وہ دباؤ بالکل غیر مشکوک
اور واضح تھا جیسے کوئی انسان اپنے ہاتھوں کے بل پورا بوجھ
ڈال دے مگر میں اُس سے قطعاً خائف نہیں ہوا اور میں بلند
آواز سے اس ہستی سے جو کچھ بھی تھی یوں مخاطب ہوا کہ
دیکھو میں مشرک نہیں ہوں۔ اگر تو تم خدا کی طرف سے ہو تو
پھر میں پوری طرح راضی برضا ہوں جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہی
کرو۔ اور اگر تم خدا کی طرف سے نہیں ہو تو مجھے تمہاری ایک
ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میرے یہ الفاظ
ختم ہونے کی دیر تھی کہ وہ دباؤ کم ہوتے ہوتے غائب ہو گیا
صاف معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی ہاتھ اٹھا رہا ہو۔ اس کے
بعد میں اٹھا اور بتی جلا کر کمرے کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ وہاں
میرے سوا کسی انسان یا حیوان کا شائبہ تک نہیں تھا اور
دروازے بدستور بند تھے۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ کیا
چیز تھی۔ شائد خدا تعالیٰ کی طرف سے میرا امتحان لیا گیا ہو۔
اسی ایک واقعہ پر نظر کرنے سے اُس پاک و صاف توحید کے
نور کا کچھ نظارہ ہو سکتا ہے جس سے آپ کا سینہ، آپ کا
ظاہر و باطن منور تھا۔

بہت ہی دعا گو اور دعاؤں کی تاکید کرنیوالے تھے
اور ذاتِ باری تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔ خود سب کے
لئے دعا کرتے تھے اور سب سے دعا کے خواہاں تھے صحابہ کرامؓ

اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کو تو خاص اہتمام سے دعا کے لئے لکھتے رہتے تھے۔ ہر اہم کام سے پہلے استخارہ کرتے تھے اور دوستوں کو بھی اسی کی تلقین فرماتے تھے۔ صاحبِ کشف و الہام تھے۔ ایک دفعہ مجھ سے ذکر فرمایا کہ عین بیداری کے عالم میں جبکہ کوئی دوسرا پاس نہ تھا غیب سے بالکل صاف آواز سنائی دی "السلام علیکم"۔ لیکن عام طور پر اپنے الہامات اور رؤیا کے بیان سے گریز فرماتے تھے۔

ایک طرف اطاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہر حکم پر سمعنا و اطعنا کی تصویر بنے رہتے تھے تو دوسری طرف صداقت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایسی جرأت کے ساتھ جو صرف توحید پرستوں کو عطا ہوتی ہے اپنی سچی اور سیدھی رائے دینے سے قطعاً نہیں ہچکچاتے تھے خواہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی رائے اور مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ محض حضور ایدہ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنی دلی رائے کو بدلنا آپ کا شیوہ نہیں تھا۔ کئی مرتبہ آپ کو مسائل میں اختلاف ہوتا تھا کئی مرتبہ دوسرے امور میں فرماتے تھے کہ رائے کے اختلاف میں انسان بے اختیار ہے البتہ جب حضرت صاحب میری رائے کے خلاف فیصلہ فرما دیتے ہیں تو بے چون و چرا اس پر عمل کرتا ہوں۔ دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان بے کم و کاست بنی صحیح رائے بیان کرے اور اطاعت کا تقاضہ یہ ہے کہ جب صاحبِ امر اس کے خلاف فیصلہ کر دے تو پوری تسلیم و رضا کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ یہی مذہب تھا جس پر آپ ہمیشہ عمل پیرا رہے۔

یہ بالکل برداشت نہیں تھا کہ کوئی احمدی سلسلہ سے کٹ کر الگ ہو جائے اس لئے ایسے لوگ جو کسی انتظامی سختی کی تلخی سے پیچھے ہٹ رہے ہوں یا کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہوں آخر دم تک انہیں واپس لانے کی کوشش میں مصروف رہتے۔ کبھی احسان کر کے کبھی سمجھا بجھا کر کبھی شکایات کے جائز حصّہ کو دور کر کے کبھی لمبے لمبے خطوط کے ذریعہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی توفیق بخشی تھیں وہ سب بروئے کار لے آتے کہ کسی طرح اس ڈوبتے ہوئے کو بچا لوں۔ فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے نگران کے مقام پر کھڑا کیا ہے اس لئے ان کو یہی زیبا ہے کہ باقی بھیڑوں کو بچانے کے لئے بیمار بھیڑوں کو الگ کر دیں اور نظامِ سلسلہ کی حفاظت کا کڑا انتظام کریں۔ باقی میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہوں کہ اس تلخ فیصلہ کی نوبت ہی نہ آئے۔

آپ صرف سلسلہ سے دور ہوتے ہوئے افراد کو ہی بچانے کی کوشش نہیں فرماتے تھے بلکہ اخلاقی یا تعلیمی لحاظ سے ضائع ہوتے ہوئے نوجوانوں کے لئے بھی آپ کا ماں کی طرح محبت کرنے والا دل سخت بے قرار ہو جایا کرتا تھا یقیناً سلسلہ کے بہت سے ایسے افراد ہیں جو محض آپکی بے لوث شفقت، بر وقت راہنمائی اور دردمندانہ دعاؤں کے نتیجہ میں ہلاکت سے بچ گئے۔ اگر وہ احسان فراموشی بھی کر لیں تو ان کی خوش حال زندگیاں ہمیشہ زبانِ حال سے آپ کو دعائیں دیتی رہیں گی۔

دعاؤں کی آپکو کمی نہیں۔ نہ کبھی نہ ہوگی۔ آپ کو تو اپنے عالمِ وجود میں آنے سے پہلے بھی ایک نبی کی نیم شبی دعائیں حاصل تھیں اور وجود کے بعد بھی اس دنیا کی زندگی میں ان دعاؤں کے ٹھنڈے سائے تلے آپ نے پرورش پائی اور اس دنیا کی زندگی میں بھی وہ دعائیں ہمیشہ آپ کے

شاملِ حال رہیں گی۔ دعاؤں کی آپ کو کمی نہیں کہ صحابہ کرام
بزرگانِ سلسلہ اور جملہ عاشقانِ مسیح موعود علیہ السلام کی
پُرخلوص دعاؤں کے علاوہ ان یتیموں اور بیواؤں اور
مسکینوں اور بےسہاروں کی دعائیں بھی آپ کو بہت میسّر
رہی ہیں جن کے دُکھ درد آپ نے اپنے سینے سے لگا رکھے
تھے۔ یہ دعائیں کل بھی ملی تھیں آج بھی ملی ہیں اور جب تک
آپکی یاد باقی ہے ہمیشہ ملتی رہیں گی۔ ابھی کل ہی کی بات ہے
کہ ایک مفلوک الحال شخص میرے پاس آیا جس نے آپ کی مدد
سے ایک کھوکھا سا بنوا لیا تھا جہاں وہ مالٹے سنگترے
اور اسی قبیل کی چھوٹی موٹی دوسری چیزیں بیچ کر بصد دقت
زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اتنی معمولی سی تجارت ہے
کہ اکثر سرمایہ کھایا جاتا ہے۔ ہمیشہ ایسے موقعہ پر حضرت
میاں صاحب رض کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا اور تھوڑا سا
اور سرمایہ لے کر کام شروع کر دیتا تھا۔ کل وہ میرے پاس آیا
اور کہنے لگا کہ حضرت میاں صاحب رض فوت ہو چکے ہیں لیکن میں نے
ان کی تصویر کھوکھے پر لگائی ہے اور جب صبح جا کر دیکھتا
ہوں تو روتا ہوں اور دعائیں دیتا ہوں۔ گذرنا تو ایک دن
سب نے ہے۔ یہ خدا کی تقدیر تھی جو پوری ہوئی۔ کاروبار بھی
چلتے رہیں گے میں تو اس لئے روتا ہوں کہ یہ پیارا وجود پھر
اس دنیا میں نظر نہیں آئے گا۔

یہ درست ہے اور یہی درست ہے۔ دیکھو اس
جاہل کے منہ سے یہ کیسی معرفت کا فقرہ نکل گیا کہ کاروبار تو
چلتے رہیں گے مگر یہ پیارا وجود پھر دنیا میں نظر نہیں آئے گا
جب مجھے ایسے ایسے لوگ آکر ملتے ہیں تو ہر بار آپکی وفات
کا داغ تازہ ہو جاتا ہے۔ آپکی وفات میری آنکھوں کے
سامنے ہوئی۔ میں نے آپ کے آخری بجھتے ہوئے سانس دیکھے
مگر خدا جانتا ہے کہ اس وقت ذہن اس جدائی کی حقیقت
کو اس طرح نہیں سمجھ سکا تھا جس طرح یہ یادیں آکر سمجھاتی
ہیں۔ خصوصاً آپ کے آخری دنوں کی یاد میرے لئے بہت
تکلیف دہ ہے کیونکہ آپ سخت بےچین تھے۔ اک ایسی
بےقراری تھی کہ بےتابی سے ہر اک تارِ بستر بھی گویا تار
تھا۔

خدا تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں آپ کو قربِ وفات
کی خبر دے دی تھی۔ بہت سی ایسی واضح رویاء تھیں جن کا
آپ ذکر تو کرتے تھے مگر تفصیل نہیں بتاتے تھے۔ اس کے
علاوہ کئی بار یہ الہام ہو چکا تھا کہ

"آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا"

کئی لوگوں نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ منذر رؤیا صدقہ
وخیرات سے ٹل جاتے ہیں مگر آپ فرماتے کہ میں یہ جانتا
ہوں مگر باوجود اس کے مجھے یقین ہے کہ میرا وقت آچکا ہے۔
آپ کو اپنی وفات کے قرب کا روزِ روشن کی طرح
یقین تھا مگر افسوس کہ کسی اور کو یقین نہ آیا۔ بچوں تک کو
یقین نہ آیا کہ اس صادق القول باپ کی یہ بات بھی پوری
ہو کر رہے گی۔ ۲۲ ستمبر کو میں مری سے واپسی پر لاہور پہنچا
اسی روز آپکی صاحبزادی امۃ المجید بیگم ڈھاکہ کے لئے روانہ
ہوئی تھیں۔ اُن سے بار بار کہا کہ "امۃ المجید اب تم مجھ سے
پھر نہیں ملو گی" اور روتے ہوئے اُسے رخصت کیا۔ اس دن
طبیعت اس خیال سے سخت اداس اور بےقرار رہی۔ پھر
دوسرے روز برادرم مرزا انور احمد کے ساتھ آپکی صاحبزادی
امۃ الحمید بیگم نے ربوہ واپس جانا تھا میں بھی اسی کار میں

ساتھ جا رہا تھا۔ جب وہ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو فرمایا کہ اچھا تم چلی جاؤ اب یہ آخری ملاقات ہے۔ آپ بہت ہی محبت کرنیوالے اور رقیق القلب تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب جاری تھا۔ پھر باوجود سخت نقاہت کے لڑکھڑاتے ہوئے اٹھے اور باہر کار تک اپنی بچی کو چھوڑنے کے لئے آئے۔ آنکھیں اشک آلود تھیں اور ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہے تھے۔ مرزا انور احمد اس انتظار میں تھے کہ عموں صاحب رضی اللہ عنہ اندر جائیں تو کار چلاؤں مگر میں جانتا تھا کہ جب تک کار نہیں چلیگی واپس نہیں پھریں گے چنانچہ میں نے کہا کہ عموں صاحب کمزور ہیں اور مشکل سے کھڑے ہیں اس لئے اب اور انتظار نہ کرو۔ چنانچہ کار چل پڑی اور عموں صاحب روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ جانے سے پہلے ہی مجھ سے وعدہ لے لیا تھا کہ پھر جلد آؤں گا چنانچہ ۲۹ کو سیالکوٹ کے جلسہ پر جاتے ہوئے لاہور خدمت میں حاضر ہوا۔ اس روز تقریباً تمام دن اور اکثر رات اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ نیند سے گھبراتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب میں سو جاؤں تو دیکھتے رہنا۔ یہ دن اور یہ رات غالباً آپکی بیماری کے سب سے زیادہ بے چین دن رات تھے۔ جماعت کا سخت فکر دامنگیر تھا۔ حضور ایدہ اللہ کی بیماری کی تشویش بیقرار کر رہی تھی۔ ضرورتمندوں کا فکر تھا۔ مظلوموں کا فکر تھا۔ اُن شکایات کرنے والوں کا فکر تھا جو کسی جماعتی عہدیدار سے شاکی ہو کر دادرسی کے لئے آپکی خدمت میں التجا کرتے تھے۔ چنانچہ آخری بیماری میں ربوہ اپنے ملازم بشیر سے کہہ رکھا تھا کہ میری بیماری کی وجہ سے لوگ مجھ سے پہلے کی طرح مل نہیں سکتے۔ اب یہ تمہارا فرض ہوگا کہ ہر ضرورتمند کی ضرورت کی اطلاع مجھے پہنچایا کرو۔ کوئی حاجتمند ہو تو اس کی بھی مجھے اطلاع دو۔ کوئی شکایت کرنیوالا ہو تو اُس کی بھی مجھے اطلاع دو۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کو تلاش کرو اور جو رقعے لانیوالے ہیں ان کے رقعے مجھ تک پہنچاؤ۔ پھر فرمایا کہ اب میں خدا کے سامنے بری الذمہ ہو گیا ہوں اور اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو تم جوابدہ ہوگے۔ آپ کی بیحد حساس طبیعت کے لئے نگران بورڈ کا بوجھ طاقت سے کہیں زیادہ تھا مگر یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس بوجھ کے نیچے پیسا جاؤں گا آپ نے خدا کی خاطر اسے اٹھانے سے گریز نہیں کیا۔ مجھے تو اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ آپ کی شدید اعصابی بے چینی کی اصل ذمہ دار وہ بوجھل جماعتی ذمہ داریاں تھیں جو بہرحال آپ ہی کو اٹھانی تھیں۔ اس پر وفات کی قبل از وقت اطلاع اور فطری انکساری اور بڑھی ہوئی احتیاط کے نتیجہ میں یہ خوف کہ میں ان ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا نہیں کر سکا اب اپنے خدا کو کیا جواب دوں گا یہ سب امور تھے جنہوں نے آپ کو ایک شدید کرب میں مبتلاء کر رکھا تھا اور آپ لَا لِیْ وَلَا عَلَیَّ کا منظر پیش کر رہے تھے۔

اسی قسم کی ایک سخت گھبراہٹ کے موقعہ پر میری ایک بہن نے سوال کیا کہ آپ تو خدا کے برگزیدہ بندے ہیں آپ موت سے کیوں ڈرتے ہیں تو آپ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ مجھے موت کی کچھ بھی پرواہ نہیں پھر یہ کہتے ہوئے رو پڑے کہ دراصل مجھ میں اپنے خدا کو حساب دینے کی طاقت نہیں۔ بس یہی ایک تمنا ہے کہ وہ بے حساب بخش دے۔ بعض دوسرے موقعوں پر بھی آپ نے اپنی اس

شدید خواہش کا اظہار ملنے والوں سے کیا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے بے حساب بخش دے۔ پس آؤ ہم سب اس دعا میں لگ جائیں کہ اے میرے غفور الرحیم خدا تو اپنے اس مخلص بندے کو بے حساب بخش دے۔ تجھے عجز پیارا ہے اور یہ تو ایسے عاجز تھے کہ زندگی بھر تیرے حضور خاک میں ملے رہے! ۔ اے آقا تو اپنے پیارے مسیح کے اس پاک لختِ جگر کو بخش دے جسے اپنی تمام عمر کی نیکیوں کے باوجود تیرے حضور حساب دینے کی طاقت نہیں۔ رحم کی نظر فرما کہ تیرا یہ بندہ بے کسوں پر رحم کیا کرتا تھا۔ شفقت کی آنکھ سے دیکھ کہ اس کا دل ہر کس و ناکس کے لئے شفیق تھا۔ اے عیب پوشوں کے عیب پوش اس کی کمزوریوں کو اپنی ستاری سے ڈھانک لے۔ رحمت اور بخشش کی نظر فرما کہ تیرے سوا اور کوئی بخشنے والا نہیں! ۔

اب میں اس ذکر کو ختم کرتا ہوں صرف یہ کہنا باقی ہے کہ آپ کے آخری دو تین روز تقریباً بیہوشی میں کٹے۔ ایک مرتبہ تو بخار ایک سو آٹھ تک جا پہنچا تھا۔ نمونیہ کا شدید حملہ تھا۔ پنجاب کے بہترین ڈاکٹر موقعہ پر جمع تھے اور علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا حالت مگر بدستور رہی۔ حیران تھے کہ ہم کیا سوچتے رہے اور کیا ہو گیا۔ اُن کا خیال تھا کہ دل کے مریض میں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ بے چینی کی شدت سے خون کا دباؤ بڑھ جائے اور دل فیل ہو جائے مگر جس دروازے کی طرف یہ ڈاکٹر نگاہ کئے بیٹھے تھے موت اس دروازہ سے داخل نہیں ہوئی۔ بلکہ نمونیہ کے چور دروازے سے داخل ہوئی اور مریض کو ایسا سنبھالا کہ ڈاکٹروں نے روک رکھنے کے ہزار جتن کئے مگر

نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا

اس زمانہ کی جدید ترین برق اثر دواؤں کے ٹیکے کئے گئے مگر وہ مریض کے سامنے ایسے حقیر اور بے اثر ثابت ہوئے جیسے مضبوط آہنی دیوار سے سکّے کے چھرّے ٹکرا ٹکرا کر گر رہے ہوں۔ پیر کا دن غروب ہو رہا تھا اور منگل کی رات آ رہی تھی کہ آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یہ درست ہے کہ ہم سب نے ایک دن مرنا ہے۔ مجھے اس سے بھی انکار نہیں کہ دنیا کے کاروبار چلتے رہیں گے مگر یہ دردناک حقیقت بھی بھلائی نہیں جا سکتی کہ یہ پیارا وجود پھر نظر نہیں آئے گا۔ پس میں آپ سے محبت رکھنے والوں سے وہی کہتا ہوں جو آپ نے مجھے میری ماں کی وفات پر آج سے انیس [19] برس پہلے کہا تھا کہ ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں آں قصۂ پارینہ را

اطفال الاحمدیّہ کی رپورٹ کارگذاری

قارئین یہ امر ملحوظ رکھیں کہ مرکزی شعبہ اطفال کی طرف سے اطفال الاحمدیہ کی ماہانہ کارگذاری کے اندراج کے لئے علیحدہ رپورٹ فارم چھپوائے گئے ہیں اسلئے شعبہ اطفال کی رپورٹ انکے اپنے مقرر کردہ فارم پر بھجوائیں۔ یہ امر ہمارے لئے سخت تشویش کا باعث ہے کہ ابھی بہت ہی کم مجالس رپورٹ باقاعدگی سے بھجواتی ہیں۔ براہِ کرم اس طرف فوری توجہ کریں۔

(مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے چند تازہ

ارشاداتِ عالیہ

(مرسلہ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح)

(۱)

ایک دوست نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ ان کے ہاں ایک عرصہ سے اولادِ نرینہ نہیں ہے۔ حضور علاج کے متعلق مفید مشورہ عطا فرماویں۔ حضور نے ارشاد فرمایا دعا ہی سب سے بڑا علاج ہے میں بھی انشاء اللہ دعا کروں گا علاج بھی کروائیں۔ آئندہ جب حمل ٹھہرے تو بیوی کو کشتہ مرجان اور سوڈا بائی کارب استعمال کرائیں۔ (کشتہ مرجان (ایک رتی) سوڈا بائی کارب (دو رتی) کی پڑیاں بنا کر صبح و شام ایک ایک پڑیہ استعمال کرائیں)

(۲)

لاہور کے ایک امیر گھرانے کی عورت نے اپنے بچوں کی تعلیم کے متعلق مشورہ کے لئے درخواست کی کہ وہ اپنے دو بچوں کو گھوڑا گلی (مری) لارنس کالج میں داخل کرانا چاہتی ہے کیونکہ ربوہ میں دینی تعلیم تو اچھی ہے لیکن وہاں چھوٹے بچوں کے لئے ہوسٹل نہیں اس لئے وہاں تعلیم نہیں دلا سکتی۔ رہنمائی فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اتنی دور گھوڑا گلی میں جو بچوں کو داخل کریں گے لاہور میں ہی کیوں نہیں پڑھاتے وہاں دینی تعلیم بھی دے سکیں گے ذرا بڑے ہو جائیں تو ان کو ربوہ بھجوا دیں۔

(۳)

مغربی افریقہ سے ایک عیسائی دوست نے حضور کی خدمت میں تحریر فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ بہت بزرگ اور خدا کے محبوب ہیں میں بھی خدا کا عبادت گذار ہوں لیکن مجھے صحیح راستہ معلوم نہیں تاکہ میں اچھا عیسائی ثابت ہو سکوں مجھے صحیح راستہ بتائیں تاکہ خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر سکوں جیسے پہلے انبیاء کو ہوتا رہا ہے۔ حضور نے فرمایا خدا تعالیٰ سے تعلق تو اسلام کے ذریعہ ہی مل سکتا ہے اسلام کی تحقیقات کریں۔

(۴)

ایک نو احمدی نے لائبیریا (مغربی افریقہ) سے لکھا کہ میں یہاں پہلے بھی تجارت کرتا ہوں لیکن اب یہاں ہیروں کی تجارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور دعا بھی فرمائیں اور اس تجارت کے متعلق مشورہ بھی عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا مجھے تو اس (تجارت) کا تجربہ نہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مفید ہے تو کر لیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔

(۵)

ایک احمدی دوست نے ضلع حیدرآباد (پاکستان) سے لکھا کہ انہوں نے بعض اور احمدی احباب کے ساتھ یہاں ۵۰ مربعہ زمین خریدی ہے یہاں وہ ایک احمدی چک آباد کرنا چاہتے ہیں۔ حضور سے اس چک کا نام تجویز کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا "احمد آباد" نام رکھ لیں۔

(۶)

ایک احمدی دوست نے تحریر فرمایا کہ انہوں نے خواب

میں دیکھا ہے کہ وہ ایک بچھڑے کو ذبح کر رہے ہیں لیکن وہ اچانک ان کا بھتیجا عبد اللطیف بن گیا جس سے انہیں اپنے بچّے کو وقف کرنے کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ لہذا انشراح صدر سے اپنے بچّے کو ہم میاں بیوی وقف کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ لڑکے کو پڑھنے کے لئے جامعہ احمدیہ میں داخل کر دیں۔

(۷)

ایک مخلص احمدی نے حضور کی خدمت میں اپنی یہ خواب تحریر فرمائی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ بدرِ کامل آسمان پر چمک رہا ہے چاند پر نظر کی تو اس سے چند گز کے فاصلے پر چودھویں رات کا ایک اور چاند نظر پڑا جو پہلے چاند کی نسبت کچھ چھوٹا ہے تو دل میں یہ خیال گذرا کہ یہ وہ چاند ہے کہ جسے امریکہ والوں نے دوربین کے ذریعہ کئی سال پیشتر دیکھا تھا حضور نے فرمایا چودھویں صدی کے مامور مسیح موعودؑ تھے پہلے چاند سے وہ مراد ہیں اور دوسرے چاند سے مراد مصلح موعود کا وجود ہے۔

کام مشکل تو نہیں مگر ہے بہت ضروری!

مجالس کے لئے شعبہ تجنید کے سلسلہ میں مرکز کا یہ مطالبہ پورا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ ہر شہری و دیہاتی مجلس اپنے جملہ اراکین کے مندرجہ ذیل کوائف جلد از جلد جمع کر کے انکی ایک نقل مرکز کو بھجوا دے۔

نام۔ ولدیت۔ تاریخ پیدائش۔ تعلیم
پیشہ۔ تاریخ بیعت اور مکمل ایڈریس۔

(مہتمم تجنید مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ)

مکرم مبشر احمد صاحب طاہر لیپرور

"مرا مقصودِ منزل اُس کا در ہو!"

دُعاؤں میں مری یارب اثر ہو
جبیں سجدے میں ہو اور چشم تر ہو

زُباں پر لا الٰہ ہو وقتِ رخصت
مروں تو کوئے یثرب میرا گھر ہو

ترے محبوب کا خادم رہوں میں
مرا مقصودِ منزل اُس کا در ہو

کبھی نازاں نہ ہو حُسنِ عمل پر
گناہوں پر بشر کی گر نظر ہو

توکّل ذاتِ باری پر ہو جس کا
اُسے کیا غم مقابل لاکھ شر ہو

یہی ہے آرزو طاہر کی یارب
نگاہِ لطف اُس کے حال پر ہو!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی کے

حالات و روایات

(از حضرت حاجی محمد فاضل صاحب صحابی۔ ربوہ)

اس عاجز کی پیدائش دسمبر ۱۸۸۷ء میں موضع کوٹ کیال ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی جہاں میرے ننھیال تھے۔ میرے والد صاحب مرحوم و مغفور عربی کے بڑے عالم تھے۔ آپ نے اورینٹل کالج لاہور سے فاضل اور زبدۃ الحکماء کی ڈگریاں بھی حاصل کی ہوئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں احمدیت کی آغوش میں لا ڈالنے کی خاطر یہ عجیب وسیلہ فرمایا کہ والد صاحب شہر بھیرہ کے میونسپل ہائی سکول میں عربک ٹیچر مقرر ہوئے جہاں احمدیت کا بڑا زور اور چرچا تھا حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ۔ حافظ عبد العلی صاحبؓ۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ۔ سردار عبد الرحمٰن (سابق مہر سنگھ)ؓ بابو فخر الدین صاحبؓ اور خان بہادر غلام محمد خاں صاحبؓ وغیرہ یہ سب دوست میرے والد صاحبؓ کے شاگردوں میں سے تھے۔

پھر مزید خوش قسمتی کی بات یہ تھی کہ والد صاحبؓ کی عربی دانی کے باعث حضرت خلیفۃ اول مولوی نور الدین صاحب بھیرویؓ بھی آپ سے بہت محبت رکھتے تھے اور جموں و کشمیر سے واپس بھیرہ آجانے پر اس محبت میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ اس وجہ سے والد صاحب مرحوم و مغفور کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بہت انس پیدا ہو گیا تھا جو آپ کے مندرجہ بالا شاگردوں کے تعلق سے اور بڑھتا چلا گیا۔

قادیان میں آمد اور دستی بیعت کا شرف

۱۹۰۳ء میں ایسا ہوا کہ والد صاحبؓ کے بعض شاگردوں نے جو اب سلسلہ ملازمت وغیرہ قادیان میں رہائش اختیار کر چکے تھے آپ کی عربی دانی کی وجہ سے مدرسہ احمدیہ قادیان کے بچوں کا ممتحن بنوا دیا چنانچہ آپ اس سال گرمیوں کی رخصتیں گزارنے کے لئے قادیان دارالامان تشریف لے گئے اور اس عاجز کو بھی آپ کے ساتھ قادیان جانے اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی دستی بیعت سے مشرف ہونے کی خوش بختی نصیب ہوئی وذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

چند یادیں

قادیان دارالامان میں قیام کے دوران خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے اپنے والد صاحبؓ کی معیت میں مسجد مبارک اور اس سے ملحقہ کوٹھڑی میں حضور علیہ السلام کے ساتھ دوش بدوش کھڑے ہو کر نمازیں ادا کرنے کی بھی توفیق ملی۔ فالحمد للہ علی ذالك۔ اس عاجز کو یاد ہے کہ ان دنوں میں حضورؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک کی چھت پر شہ نشین پر احباب کے درمیان بیٹھا کرتے تھے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ آپ کو امریکہ سے آئے ہوئے اخبارات میں سے رومن کیتھولک مدعیٔ نبوت ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی (جس کے چیلنج کے جواب میں اسی سال حضور علیہ السلام نے مباہلہ کا اعلان کیا تھا) کے لاف و گزاف اور تعلیوں وغیرہ کے

ابتدائی حالات سنایا کرتے تھے۔

چونکہ یہ ابھی میرے بچپن ہی کا زمانہ تھا اس لئے زیادہ باتیں تو اس زمانہ کی مجھے یاد نہیں ہاں یہ یاد ہے کہ مہمان خانہ کے صحن کے جنوبی کونہ میں ایک کچی کوٹھڑی تھی جہاں حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ (آپ قاضی عبدالرحیم صاحب مرحومؓ اور قاضی محمد عبداللہ صاحب طول عمرہ کے والد ماجد تھے اور ان ہر سہ افراد کے نام ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں شامل ہیں) جلد سازی کیا کرتے تھے۔ اور ان سے حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک صاحبزادہ جس کی ایک ٹانگ کمزور تھی عموماً ساتھ ہوتا تھا یعنی حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو سلسلہ کے بڑے مخلص اور بہادر کارکن ہوئے اور احمدیت کی خاطر جن کی قربانیاں بے نظیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامل شفا اور عمر دراز عطا کرے۔

اس کے بعد اس عاجز نے سال ۱۹۰۵ء میں شہر بھیرہ کے میونسپل بورڈ ہائی سکول سے امتحان انٹرنس پاس کیا اور پھر لاہور جا کر میو سکول آف آرٹس کی انجینئرنگ کلاس میں داخل ہو گیا وہاں سال ۱۹۰۶ء میں حضرت حافظ محمد اسحٰق صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ ہماری انجینئرنگ کلاس کے ڈرائنگ ماسٹر مقرر ہو گئے تھے اور جب وہاں گرمیوں کے موسم کی تین ماہ کی رخصتیں ہوئیں تو محترم حافظ صاحب پرنسپل صاحب کی اجازت سے سکول کا لیولنگ کا سامان لے کر قادیان تشریف لے گئے اور اس عاجز کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا جبکہ میں لیولنگ کا کام سیکھ چکا تھا۔ ان دنوں قادیان دارالامان کے گرد بہشتی مقبرہ کی جانب خاص طور پر گہری ڈھاب تھی جو برسات کے موسم میں بارش کے پانی سے بالکل بھر جاتی تھی اور سوائے کشتی پر چڑھ کر بہشتی مقبرہ کی طرف جانے کا کوئی اور ذریعہ نہ تھا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت حافظ صاحبؓ کو حکم دیا کہ بہشتی مقبرہ کی جانب برسات میں آنے کی دقت کو دور کیا جائے اس لئے اس عاجز نے محترم حافظ صاحبؓ کے ہمراہ ہو کر مجوزہ راستہ بہشتی مقبرہ بذریعہ بھرتی مٹی بنانے کے لئے لیول کر کے ڈھاب کے نشیب کی لیول کے ساتھ گہرائیوں کو مدنظر رکھ کر اسٹیمیٹ بنوایا تاکہ اس ڈھاب کے برساتی پانی کے نکاس کا انتظام ہو سکے۔ اس مجوزہ سڑک میں ایک بڑا پل خشتی ڈاٹ دار تجویز کیا اور پھر اس اسٹیمیٹ کے مطابق بعد ازاں وہ سڑک اور پل تیار ہوا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت حافظ صاحبؓ اور اس عاجز کی یادگار موجود ہے۔ اور اس کی وجہ سے پبلک کو قادیان میں آمد و رفت کی بڑی سہولت ہو گئی ہے۔

غرض اس عاجز نے تین ماہ کی وہ گرمیوں کی رخصتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دیارِ محبوب میں گزاریں۔ بوقتِ ظہر اکثر جب حضور نماز پڑھنے کے لئے تشریف لاتے تھے تو حضور کے پاؤں مبارک کے دبانے کا شرف محض خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو جاتا تھا۔ اور یہ نادر موقعہ ان تین ماہ کی رخصتوں میں اکثر ملتا رہا۔

مباہلہ والوں کا عبرتناک انجام

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جبکہ میں حضورؑ کے پاؤں دبا رہا تھا تو حضورؑ نے محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اےؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ چوہدری صاحب ہم ان دنوں کتاب حقیقۃ الوحی لکھ رہے ہیں اور جن جن مخالفوں نے ہمارے ساتھ مباہلہ کیا ہوا ہے ان کی مباہلہ کے ایک سال والی میعاد

گزر چکی ہے ان کا انجام دیکھنے کے آپ لاہور، جموں، لکھو کے وغیرہ جا کر وہاں سے رپورٹ لا دیں کہ ان مخالف علماء کا کیا حشر ہوا۔ ان کا انجام ہم نے اپنی کتاب میں درج کرنا ہے۔ ساتھ ہی حضور ؑ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ چوہدری صاحب! اب آپ نیچے گلی میں ہمارے مکان کے دروازے کے آگے آجاویں تاکہ آپ کو آمد و رفت کا سفر خرچ دیا جاوے۔ چنانچہ حضور ؑ بھی اسی وقت اندر ہی تشریف لے گئے اور محترم چوہدری صاحب ممدوح بھی نیچے کوچہ میں حضور کے مکان کے دروازے کے باہر جا کر کھڑے ہو گئے جلد ہی حضور باہر تشریف لائے اور چوہدری صاحب کو ضروری سفر خرچ ادا کر دیا۔

ازاں بعد حضرت چوہدری صاحب ؓ تین چار یوم کے اندر اندر ان مباہلہ کرنے والوں کے مقامات کو دیکھ کر واپس تشریف لے آئے اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں یہ رپورٹ کی کہ وہ مباہلہ کرنیوالے سب مخالف مولوی ہلاک اور برباد ہو چکے ہیں۔ حضور ؑ کا یہ شعر یہاں پر کیا خوب صادق آتا ہے ؎

اے پئے تکفیر ما بستہ کمر
خانہ ات ویراں تو در فکر دگر

کہ اے مخالف جس نے میری تکفیر پر کمر باندھی ہوئی ہے تیرا اب اپنا گھر ویران ہو جائے گا تو تو دوسرے کی بربادی کی فکر میں لگا ہوا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مکرم مرزا محمد سلیم صاحب اختر

ماہِ صیام کی آمد پر

آگیا ہے وقت اب پھر روح کی تنویر کا
سوئے گردوں بھیج قاصد نالۂ شب گیر کا

تیرے سوزِ باطنی سے عرش بھی ہو مرتعش
عرشیوں پر بھی اثر ہو آہِ آتش گیر کا

کام لے تو سعیٔ پیہم سے سدا ہمت نہ ہار
جذبۂ حسنِ عمل، آئین ہے تقدیر کا

مشکلِ کوہکن کاٹ دے آلام کے دشت و جبل
تاکہ اک عالم کرے نظارہ جوئے شیر کا

اے خدا ہوں کب سے میں گردابِ عصیاں میں اسیر
پار کر دے بیڑا تو اس پیکرِ تقصیر کا

کیوں یہ اختر کے زمانہ درپئے آزار ہے
وہ تو پہلے ہی ہے کشتہ عشق کی شمشیر کا

علم انعامی حاصل کرنیوالی مجلس

کی سالانہ کارگذاری کا مختصر خاکہ!

اپنی حسنِ کارکردگی کی بناء پر ۶۳-۱۹۶۲ء کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کو مرکز کی طرف سے علمِ انعامی کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ گذشتہ شوریٰ کے فیصلے کی تعمیل میں اس مجلس کی سال بھر کی مساعی کا مختصر خلاصہ خدام کی دلچسپی اور مسابقت فی الخیر کے جذبہ کو ترقی دینے کی خاطر یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ جملہ مجالس کے عہدیداران بالخصوص اس مختصر خاکہ کو غور سے پڑھ کر فائدہ اٹھائیں گے۔

(مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی ۲۱ حلقہ جات میں بٹی ہوئی ہے اور ۳۸۰۵ خدام پر مشتمل ہے۔ سال کے شروع میں مرکز کی ہدایات اور اس کے مجوزہ پروگرام کی روشنی میں مجلس نے اپنا مقامی شعبہ وار سالانہ پروگرام مرتب کیا تاکہ کام کی صحیح تعیین ہو سکے اور دورانِ سال اس کے مطابق کام کرنے کی سعی کی۔

شعبہ اعتماد:- (۱) مقامی سالانہ اجتماع کے دوران محترم صدر صاحب مجلس مرکزیہ کی زیر صدارت آئندہ دو سال کے لئے قائد کا انتخاب عمل میں لایا گیا چنانچہ کثرت رائے اور مرکز کی منظوری سے مکرم ملک مبارک احمد صاحب مجلس کے قائد مقرر ہوئے (۲) ۱۸ حلقہ جات میں زعماء کا انتخاب کر کے مرکز سے منظوری حاصل کی گئی۔ (۳) قائد مجلس نے مجلس عاملہ کے لئے ۵۲ ممبران نامزد کر کے اس کی منظوری صدر مجلس سے حاصل کی۔ اسی طرح حلقہ جات کی مجالسِ عاملہ کی منظوری قائد مجلس کی طرف سے دی گئی۔ (۴) مجلس کی ماہانہ کارگذاری کی ۱۲ میں سے ۱۱ رپورٹیں بروقت مرکز کو بھجوائی گئیں۔ (۵) دورانِ سال مجلس عاملہ کے ۱۴ اجلاس منعقد ہوئے جن میں صدر مجلس، مہتمم اصلاح و ارشاد اور دیگر مرکزی عہدیداران نے بھی خطاب فرمایا۔ حلقہ جات میں مجالس عاملہ کے کل ۱۵۹ اجلاس ہوئے جن میں مقامی عہدیداران شامل ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں ناظمین مقامی کے ۵، زعماء حلقہ جات کے ۸، معتمدین حلقہ جات کے ۳ اور مختلف سب کمیٹیوں کے ۷ اجلاس انعقاد پذیر ہوئے۔ (۶) دوران سال ۱۲ اجلاس عام بلائے گئے جنہیں صدر مجلس، مہتمم عمومی، امیر جماعت احمدیہ کراچی، قائد مجلس، مربیان سلسلہ اور دیگر عہدیداران اور علماء کرام نے اپنے خطابات سے نوازا۔ ان اجلاسوں میں خدام کی حاضری ۸۰٪ تک رہی۔ علاوہ ازیں حلقہ جات میں ۱۱۹ اجلاس ہائے عام انعقاد پذیر ہوئے جن میں تربیتی و تنظیمی امور پر تقاریر کی گئیں۔ (۷) دورانِ سال مرکز کی طرف سے ۲۱۵ خطوط اور ۵ تاریں موصول ہوئیں اور ۱۸۴ خطوط مرکز کو ارسال کئے گئے۔ (۸) دورانِ سال پرانے اور بے کار ریکارڈ کی تلفی اور ضروری ریکارڈ کی مکمل حفاظت کا

انتظام کیا گیا (۹) ۲۰-۲۱-۲۲ ستمبر سنہ ۶۳ء مجلس کراچی نے اپنا مقامی سالانہ اجتماع بمقام نالپر منعقد کیا جس میں ۱۰۰ خدام ۱۰۰ انصار ۲۰۰ اطفال اور ۵۰ خدام بیرونی مجالس سے شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں صدر مجلس نے اپنی شرکت سے نوازا۔ (۱۰) مرکزی سالانہ اجتماع ربوہ میں ۴۲ خدام ۱۷ اطفال اور ۱۲ انصار بھجوائے گئے۔ ربوہ میں شامل ہونیوالے خدام اور اطفال کو مختلف مقابلہ جات کے لئے تیار کیا گیا اور چنانچہ۔ اخدام نے مختلف مقابلہ جات میں انعامات حاصل کئے اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ حیدر آباد ڈویژن کے سالانہ اجتماع میں ۸ خدام نے شرکت کی اور ۱۱ انعامات حاصل کئے (۱۱) دوران سال ۱۱۳۰ کی تعداد میں ماہانہ پروگرام سائیکلوسٹائل کر کے عہدیداران میں تقسیم کیا گیا۔ علاوہ ازیں سالانہ پروگرام۔ پتہ جات عہدیداران معیار علم انعامی۔ انفرادی رپورٹ فارم۔ فارم ماہانہ رپورٹ کارگزاری وغیرہ ۲۵۵۱۰ کی تعداد میں سائیکلوسٹائل کر کے متعلقہ عہدیداران اور خدام میں تقسیم کئے گئے (۱۲) ۲۶ کارکنان کو مقامی طور پر مختلف شعبہ جات میں کام کرنے کی تربیت دی گئی۔ (۱۳) دورانِ سال حلقہ جات کی طرف سے ۱۶۲ رپورٹیں موصول ہوئیں ان رپورٹوں پر نمبر لگا کر کے ہر مہینہ اوّل۔ دوم۔ سوم آنیوالے حلقہ کے ناموں کا اعلان کیا گیا۔ (۱۴) حلقہ جات میں ڈاک تقسیم کرنے کے لئے ہر حلقہ کیلئے الگ طور پر لیٹر بکس کا انتظام کیا گیا۔

شعبہ مال:- سنہ ۶۲-۶۳ء کے دوران ۱۶۷۷/۸۳ روپے چندہ مجلس اور ۶۴۵/۵۲ روپے چندہ سالانہ اجتماع مرکز میں بھجوایا گیا۔ یہ وصولی تشخیص بجٹ کے مطابق [illegible] فیصدی تھی۔ علاوہ ازیں صدر صاحب مرکزیہ کی تشریف آوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تعمیر ہال مرکزیہ کے چندہ کے لئے خصوصی جدوجہد کی گئی اور ۱۳۶۰۶ روپے کے وعدہ جات حاصل کئے گئے جن میں سے ۷۱۳۱۲ روپے عرصہ زیر رپورٹ میں وصول ہوئے۔ چندہ جات کی وصولی کے لئے ایک عشرہ اور ایک ہفتہ منایا گیا۔

شعبہ تعلیم:- دورانِ سال میں ۱۳۲ خدام کو قرآن کریم ناظرہ اور ۱۰ خدام کو قاعدہ یسرنا القرآن اور ۲۲ خدام کو قرآن کریم کے چند سیپارے باترجمہ پڑھائے گئے۔ (۲) حلقہ مارٹن روڈ اور احمدیہ ہال میں تعلیم القرآن کلاسز کا اجراء کیا گیا جنکی اوسطاً حاضری ۱۹ اور ۴ رہی مگر یہ کلاسز خاطر خواہ طور پر کامیاب نہ ہو سکیں (۳) مجلس کے ۳۷۱ خدام ناظرہ اور ۱۳۱ باترجمہ قرآن کریم جانتے ہیں۔ ۲۹۷ خدام کو باترجمہ نماز آتی ہے مجلس میں ۱۰ ایم اے اور ۷ ایم۔ ایس سی اور ۱۴ بی۔ ایس سی۔ ۵ بی کام۔ ۱۴ بی۔ اے۔ ۶۶ ایف اے۔ ۲۰۵ میٹرک ۵۲ مڈل ۲۶ پرائمری خدام ہیں۔ کوئی خادم اَن پڑھ نہیں۔ ۱۱۲ خدام زیر تعلیم ہیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۴۴ خدام کو نماز باترجمہ اور ۲۸ ناخواندہ اصحاب کو پڑھنا لکھنا سکھایا گیا۔ (۴) عرصہ زیر رپورٹ میں اوسطاً ہر ماہ ۱۵۴ خدام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اوسطاً ۱۴ کتب کا مطالعہ کرتے رہے۔ ۲۴۲ خدام اوسطاً ۱۵ رسائل و اخبارات کا مطالعہ کرتے رہے (۵) عرصہ زیر رپورٹ میں ۱۵ امتحانات ترجمہ قرآن کریم کے لئے گئے جن کا نصاب چار سیپاروں کے برابر تھا۔ ان میں شامل ہونیوالے خدام کی تعداد ۶۲ سے ۱۱۸ رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چار کتب کا امتحان لیا گیا جن میں ۳۰ سے ۱۵۲ تک خدام شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ مقامی سالانہ اجتماع کے دوران مرکزی سالانہ اجتماع کے طریق پہ مختلف مقابلہ جات کرائے گئے اور امتحانات لئے گئے (۶) ایک تعلیمی کلاس کا انعقاد

کیا گیا جو دس روز تک جاری رہی جس میں ۱۱ تقاریر ہوئیں اور اوسطاً ۲۲ خدام شامل ہوئے۔ (۷) احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کا نیا دستور اور عہدیداران کی از سرِ نو تشکیل کی گئی۔ (۸) فضلِ عمر پبلک لائبریری میں کتب کی Catalas کی گئی اور علامہ نیاز فتحپوری صاحب سے افتتاح کرایا گیا۔ اس لائبریری کے ساتھ دار المطالعہ قائم ہے جس میں سے دوران سال ۱۲۶۰۰ افراد نے استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں حلقہ جات کی لائبریریوں سے دو سو خدام نے استفادہ کیا۔

دورانِ سال ۲۵۷ خدام نے ۱۹۳۱/۸۵ روپے کی ۵۸۵ کتب سلسلہ خریدیں۔ ۵۰۵ خدام نے مجموعی طور پر کل ½ ۵۰ سیپارے، ۳۰۰ سورتیں، ۲۲۰ رکوع اور ۱۷ ہزار آیات حفظ کیں۔ ۳۸۶ خدام نے ۹۱۷ احادیث، ۹۸ خدام نے ۱۰۳۵ الہامات حضرت مسیح موعودؑ، ۸۱ خدام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں اور ۶۲ خدام نے ۱۵۹ اشعار در ثمین و کلام محمود سے یاد کئے۔

شعبہ اصلاح وارشاد:۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۲۰۴۸ افراد زیرِ تبلیغ رہے جن میں سے ۱۶ افراد اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۳۵۳۴ کی تعداد میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ ۱۸۹۹ افراد کو تبلیغی خطوط لکھے گئے۔ ۲۱۱ افراد نے مہینہ میں ایک دن تبلیغ کیلئے وقف کیا۔ ۶۵ خدام اوسطاً روزانہ پیغام حق پہنچاتے رہے۔ ۱۶ لائبریریوں میں جماعت کا لٹریچر رکھا گیا۔ حلقہ جات میں ۶۴ تبلیغی اجلاس ہوئے جن میں ۳۹۱ غیر از جماعت افراد نے ان جلسوں میں شرکت کی۔ دس خدام رحج سکیم میں شامل ہوئے۔ اصلاح وارشاد کا کام بذریعہ انفرادی و اجتماعی خط و کتابت تقسیم لٹریچر اور یوم اصلاح وارشاد منا کر کیا جاتا رہا۔ دورانِ سال دو ایام اصلاح وارشاد منائے گئے جن کے دوران میں بیس ہزار کی تعداد میں سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ ہمارا مذہب آٹھ ہزار Miracles of Promised Messiah ۵۰۰۔ Spirit of Ahmadiyyat ۲۰۰۰۔ ایک غلطی کا ازالہ ۵۰۰ اور دوسرا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ یہ ایام جماعت احمدیہ کراچی کے زیر انتظام منائے گئے۔ علاوہ ازیں "ختم نبوت اور بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ" "افترائے عظیم" "مسئلہ کشمیر اور احمدی جماعت" "ایک دردمندانہ اپیل" بسوں کے اڈوں اور دیگر اہم مقامات پر تقسیم کئے گئے۔ تھیوسافیکل ہال، ناظم آباد کلب اور دیگر اہم مقامات پر پبلک جلسے بلانے کے سلسلہ میں جماعت کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا گیا۔

شعبہ تربیت:۔ مجلس نے امسال تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی ہر حلقہ میں نماز باجماعت کے مراکز قائم کرنے کے لئے نمایاں جدوجہد کی چنانچہ اس وقت ایسے ۳۹ مراکز قائم ہیں جن میں سے پانچ مراکز نئے قائم کئے گئے ہیں ان میں خدام کی تعداد ۳۰۴۲ بڑھ شامل ہوتی رہی۔ نماز باجماعت کی تلقین بذریعہ اجلاس مربیان عموماً کی جاتی رہی۔ نماز باجماعت کے مراکز کے پتہ جات سائیکلو سٹائل کر کے خدام میں تقسیم کئے گئے۔ اوسطاً ۱۳۰ خدام نماز باجماعت پڑھتے رہے۔ ۷۶ نماز تہجد ۱۵۵ نوافل ادا کرتے رہے۔ ۲۰۵ خدام التزاماً تسبیحات کرتے رہے ۳ حلقہ جات میں اندرون خانہ جات میں مصلّے قائم کرانے کا اہتمام کیا گیا رمضان المبارک کے دوران ایک حلقہ میں نماز تراویح اور سات حلقہ جات میں درس قرآن کریم کے انتظام کے سلسلہ میں جماعت کے ساتھ تعاون کیا گیا۔ رمضان المبارک کے دوران نماز باجماعت اور تہجد ادا کرنے کی اوسط نسبتاً بہت زیادہ رہی۔ خدام کی تربیت کے پیش نظر "لم تقولون ما لا تفعلون"۔ "تخلقو باخلاق اللہ"۔ "نماز جنازہ کی اہمیت"۔ "کونوا مع الصادقین"۔ "تحریک وصیت"۔ "خدام کا یومیہ پروگرام"۔ "کتب سلسلہ کے مطالعہ کی اہمیت"۔ "ہماری دین

کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"۔ "اطاعت" وغیرہ پر تقاریر کروائی گئیں۔

مقامی تربیتی کلاس کے دوران ۸ تقاریر کروائی گئیں جس میں ۹۰ سے ۱۲۲ خدام نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں حلقہ جات میں ۱۵۷ تربیتی اجلاس ہوئے جن میں اوسطاً ۱۵۸ خدام نے استفادہ کیا۔

شعائر اسلامی کی پابندی کی تلقین کی جاتی رہی۔ چنانچہ عرصہ زیر رپورٹ میں ۳۲ خدام نے داڑھیاں رکھیں اور ۱۰ خدام نے نصف داڑھی کو پورا کیا۔ نظام وصیت کو وسیع کرنے کے لئے جماعت کیساتھ مکمل تعاون کیا گیا۔ ۴ نئے خدام نظام وصیت میں شامل ہوئے ۱۰۰ خدام اس سے قبل ہی موصی تھے۔ ۲۵ خدام نے مختلف قسم کی لغویات چھوڑ دیں ۵۹ خدام کو اپنی اصلاح کی جانب اور ۱۰ خدام کو سلسلہ کے کاموں میں دلچسپی لینے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ۱۱۲ خدام مختلف بزرگان کی صحبت سے استفادہ کرتے رہے۔

شعبہ خدمتِ خلق:- شہر میں دو چیریٹیبل ڈسپنسریاں قائم ہیں دورانِ سال ۶۰۷۷۶ مریضوں کا علاج بہت کم قیمت پر ان ڈسپنسریوں سے کیا گیا۔ دورانِ سال ان ڈسپنسریوں پر کل ۴۴۰۳۰/۶۱ روپے خرچ ہوئے۔ ان میں ۶ ڈاکٹر ۴ ڈسپنسر باقاعدہ کام کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان مراکز سے ہر اتوار کو گندم، خشک دودھ گھی اور مکئی وغیرہ اوسطاً ۹۰۰ غریب خاندانوں میں تقسیم کی جاتی رہی۔ ۱۲۰۰ روپے بطور امداد ایک غریب بیوہ کو دئے گئے۔ ۵۲ خدام سول ڈیفنس ٹرینڈ ہیں جو مختلف مواقع پر مختلف ادارہ جات کو اپنی خدمات پیش کرتے رہے ہیں ۴ خدام کو فرسٹ ایڈ ٹریننگ دی گئی۔ علاوہ ازیں انفرادی رپورٹوں کے مطابق ۳۳۷۹ غرباء کی ۴۶۳۰/۷۴ روپے سے اور ۵۹۷ غرباء کی کپڑوں سے مدد کی گئی۔ ۲۶۷۸ غرباء کو کھانا کھلایا گیا۔ ۳۷۴ بے روزگار افراد کو روزگار دلایا گیا۔ ۱۶۵۷۶ بار راستوں سے ضرر رساں اشیاء ہٹائی گئیں۔ ۳۴۶۱ مریضوں کی عیادت۔ ۱۶۶۲ کی تیمارداری اور ۷۷۹ مریضوں کو مفت طبی امداد دی گئی۔ ۱۰۷۲ ضرورتمندوں کو ۵۰۳۶۰/۴۴ روپے قرضہ حسنہ دیا گیا۔ ضرورتمند لوگوں کو ۲۳۸۳ درخواستیں یا خطوط لکھ کر دئے گئے۔ ۴۵۳۹ مستحقین کو بسوں میں جگہ دی گئی۔ ۲۳۱۶ معذور افراد کو راستہ دکھایا گیا۔ ۸۹ تنازعات کا فیصلہ کرایا گیا۔ ۱۶۱ ضرورتمندوں کو مکان لے کر دیئے گئے۔ ۲۲۷۴ افراد کا بوجھ اٹھایا گیا۔ ۵۳۴ افراد کا سودا سلف لا کر دیا گیا۔ مجموعی طور پر خدام کے ۱۷۹۱ گھنٹے خدمتِ خلق کے کاموں میں صرف ہوئے۔ ۳ بچوں کو مفت پڑھایا جاتا رہا۔ ایک خادم نے اپنے خون کا عطیہ دیا۔ کراچی کی ایک بستی میں آگ لگ جانے کے موقع پر ایک خادم نے انتہائی جوانمردی سے زخمیوں کو فرسٹ ایڈ دی اور انہیں ہسپتال پہنچانے کا انتظام کیا علاوہ ازیں مختلف حادثات کے مواقع پر کئی ایک اصحاب کی مدد کی گئی۔

شعبہ تحریک جدید و وقف جدید:- سیکرٹری صاحب تحریک جدید جماعت احمدیہ کراچی سے مکمل تعاون اور انکی ہر ممکن امداد کی گئی۔ وعدہ جات کے حصول کے لئے منظم شکل میں پروگرام بنایا گیا۔ علاوہ ازیں مختلف عشرہ جات اور ہفتہ جات منا کر وصولی کی کوشش کی گئی۔ ۷۷ خدام نے ۲۹ رمضان المبارک سے پہلے اپنے چندوں کی ادائیگی کر دی اور ان کے اسماء دعائیہ فہرست میں شمولیت کے لئے مرکز کو بھجوائے گئے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۷۰۲۷۹/۶۸ روپے کے وعدہ جات حاصل ہوئے جن میں سے ۶۴۰۸۵/۵۰ روپے کی وصولی ہوئی۔ ان وعدہ جات کے حصول اور وصولی میں مجلس نے مقدور بھر کوشش کی۔ وقف جدید کے سلسلہ میں بھی جماعت کے کارکنان کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا گیا۔ اور اس تعاون کے نتیجہ میں کل ۲۹۳۰/۴۲ روپے کی وصولی ہوئی۔

شعبہ وقارِ عمل:- عرصہ زیر رپورٹ میں مختلف حلقہ جات میں ۹۵ وقارِ عمل منائے گئے جن میں اوسطاً ۱۳۵ خدام

شریک ہوئے مجموعی طور پر خدام کا کل ۴۴۱۷۵ گھنٹے وقت صرف ہوا۔ بعض اہم مواقع مثلاً عید الفطر۔ عید الاضحیٰ۔ سالانہ اجتماع مقامی وغیرہ پر بھی اجتماعی وقارِ عمل منائے گئے۔ علاوہ ازیں تقاریر اور سرکلرز کے ذریعہ خدام پر وقارِ عمل اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار نہ سمجھنے کی اہمیت واضح کی گئی۔ انفرادی رپورٹس کے مندرجات کے مطابق اکثر خدام اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں عار نہیں سمجھتے۔

شعبہ صحتِ جسمانی:۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۵ حلقہ جات میں والی بال کی ٹیمیں اور تین حلقہ جات میں فٹ بال کی ٹیمیں قائم کی گئیں اور مقامی فٹ بال ٹیم کا قیام کیا گیا۔ سالانہ اجتماع مرکزیہ کے ورزشی مقابلہ جات میں حصہ لینے کے لئے مختلف خدام کو تیاری کرائی گئی۔ ہاکس بے کے مقام پر ایک تفریحی ٹرپ منایا گیا جس میں ۸۴ خدام ۴۸ اطفال اور ۱۱ انصار شامل ہوئے مختلف حلقہ جات نے بھی چار تفریحی ٹرپ منائے۔ مقامی طور پر اور حلقہ جات میں صحتِ جسمانی سے متعلق تقاریر کرائی گئیں۔ انفرادی طور پر اوسطاً ۸۹ خدام روزانہ ورزش کرتے رہے۔

شعبہ تجنید:۔ عرصہ زیر رپورٹ میں خدام کی تعداد ۵۷۴ سے ۵۳۸ تک رہی۔ ۴۵ خدام مختلف مجالس سے مجلس کراچی میں شامل ہوئے اور ۵۶ خدام مجلس کراچی سے دوسری مجالس میں چلے گئے۔ ۱۴ اطفال اپنی عمر کے لحاظ سے خدام کی تنظیم میں شامل ہوئے اور ۹ خدام جنوری سنہ ۱۹۶۴ء سے انصار میں شامل ہو رہے ہیں۔ مختلف عشرہ جات اور ہفتہ جات منا کر ۵۳۸ خدام سے ۵۷ کوائف پر مشتمل فارم پُر کرائے گئے۔ ان فارموں کی مدد سے ایک رجسٹر میں ۵۰۰ خدام کے ضروری کوائف درج کئے گئے۔ ۵۱۷ خدام کی لسٹ معہ ضروری کوائف مرکز کو ارسال کی گئی۔

شعبہ صنعت و حرفت و تجارت:۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ۱۲۷ خدام نے ۱۹۵ خدام کو موٹر سائیکل، موٹر اینڈ مکینیکل انجنئرنگ۔ کتابت۔ شارٹ ہینڈ۔ ٹائپ۔ برتن بنانا۔ ویلڈنگ خیاطی۔ ہومیوپیتھک۔ پینٹنگ۔ ریڈیو مکینکی۔ فاؤنڈری۔ بجلی کا کام کمپونڈری۔ فرٹی سیلز مینی اور لکڑی کے کام سکھائے جس کے نتیجہ میں خدام نے ۱۶۵۸/۵۰ روپے کی زائد آمد حاصل کی۔

سالانہ اجتماع مقامی کے موقع پر خدام نے ایک نمائش کا انتظام کیا جسے بہت سراہا گیا۔ علاوہ ازیں سوونیئر کی فروختگی سے مجلس مقامی نے زائد آمد پیدا کی۔

شعبہ اشاعت:۔ ۴ حلقہ جات کی مجالس کو خالد کا خریدار بنایا گیا۔ مرکزی طور پر ۳۵ اور حلقہ جات میں ۴۲ رسالہ خالد کے خریدار بنائے گئے۔ ۴ حلقہ کی مجالس رسالہ تشحیذ الاذہان کی خریدار بنائی گئیں۔ یوم والدین کے موقع پر تشحیذ الاذہان کے ۳۳ نئے خریدار بنائے گئے مجلس کا آٹھواں دیدہ زیب مجلہ شائع کیا گیا جس میں بزرگانِ سلسلہ کے پیغامات اور دوسرے قیمتی مضامین کے علاوہ مجلس کراچی کی مساعی اور مجلس خدام الاحمدیہ کی مختصر تاریخ بھی شائع کی گئی۔ تبلیغی نقطۂ نگاہ سے اس کی قیمت اصل لاگت سے بہت ہی کم رکھی گئی اور ۵۹ اشتہارات حاصل کر کے اس کمی کو پورا کیا گیا۔ یہ مجلہ ۲۰۰۰ کی تعداد میں چھپوایا گیا اور بہت سے غیر از جماعت احباب میں بھی تقسیم کیا گیا۔

مجلس کی اہم مساعی مقامی اخبارات۔ الفضل اور خالد میں برائے اشاعت بھجوائی جاتی رہی۔

خالد ربوہ فروری ۱۹۶۴ء ضمیمہ رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۱ شمارہ ۴

ایڈیٹر:۔ رفیق احمد ثاقب ⁂ نائب:۔ لطف الرحمن محمود

علَمِ انعامی کے معیار

کُل نمبر ۳۰۰ ہوں گے جنہیں مندرجہ ذیل طریق پر تقسیم کیا جائے گا:۔

شعبہ	نمبر	شعبہ	نمبر
شعبۂ اعتماد	۲۵	شعبۂ تحریک جدید و وقف جدید	۲۵
″ مال	۲۵	″ وقارِ عمل	۲۰
″ تعلیم	۲۵	″ صحتِ جسمانی	۱۵
″ اصلاح و ارشاد	۲۵	″ تجنید	۱۵
″ اطفال	۲۵	″ صنعت و تجارت	۱۰
″ تربیت	۲۵	″ اشاعت	۱۰
″ خدمتِ خلق	۲۵	متفرق مساعی، غیر معمولی کام اور مرکز کا عام تاثر	۳۰

شعبہ وار تفصیل

۱۔ شعبۂ اعتماد۔ کُل نمبر ۲۵

ا۔ ماہوار رپورٹ معینہ تاریخ تک مرکز میں بھجوانا۔ ب۔ مرکز کے ساتھ مستعدی سے خط و کتابت کرنا۔ ج۔ شعبہ اعتماد کا تمام ریکارڈ مکمل رکھنا۔ د۔ دستورِ اساسی کے مطابق اجلاسوں کا انعقاد اور اعتماد کے دیگر فرائض کی سرانجام دہی۔ س۔ مرکزی۔ علاقہ وار یا سالانہ اجتماعات کو کامیاب بنانے کے لئے جدوجہد کرنا۔

۲۔ شعبۂ مال۔ کُل نمبر ۲۵

ا۔ مشخصہ بجٹ بروقت مرکز میں بھجوانا۔	کُل نمبروں میں سے دس ۱۰ فیصدی
ب۔ چندہ مجلس کی ۱۰۰٪ وصولی۔	کُل نمبروں میں سے ستّر ۷۰ فیصدی
ج۔ دیگر چندہ جات کی ۱۰۰٪ وصولی۔	کُل نمبروں میں سے بیس ۲۰ فیصدی

نوٹ:۔ سو فیصدی سے مراد یہ ہے کہ کوئی خادم نادہند یا بقایادار نہ رہے۔

۳۔ شعبۂ تعلیم۔ کُل نمبر ۲۵

نیز تعلیم الاطفال کا اہتمام کرنا۔ ۵۔ اسلام کے بنیادی مسائل یاد کرانا۔ ۶۔ قرآن کریم اور احادیث کے درس جاری کرنا۔ ۷۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر کتب سلسلہ کی ترویج۔ ۸۔ احمدیہ علم کلام سے بنیادی واقفیت پیدا کرنا۔ ۹۔ بزم حسن بیان اور انصار سلطان القلم کا قیام اور باہمی مقابلے۔ ۱۰۔ مقامی تعلیمی اور تربیتی کلاس کا انعقاد کرنا۔ اور مرکزی کلاس میں مناسب نمائندگی۔ ۱۱۔ لائبریری کا قیام۔ ۱۲۔ ذہانت اور عام معلومات کا معیار بڑھانا۔

نوٹ:۔ ہر خادم کا کم از کم معیار یہ ہونا چاہیئے۔

۱۔ اسے قرآن مجید ناظرہ آتا ہو۔ ۲۔ نماز باترجمہ آتی ہو۔ ۳۔ پانچ رکوع یا دس چھوٹی سورتیں یاد ہوں۔ ۴۔ کچھ احادیث یاد ہوں۔ ۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اشعار یاد ہوں۔ ۶۔ کشتی نوح اور دعوۃ الامیر کا ایک بار مطالعہ کیا ہو۔
۷۔ اسلام اور سلسلہ کی مختصر تاریخ سے تعارف حاصل ہو۔

۴۔ شعبۂ اصلاح و ارشاد۔ کل نمبر ۲۵

۱۔ بذریعہ نشر و اشاعت۔ ۲۔ بذریعہ خط و کتابت۔ ۳۔ بذریعہ ذاتی ملاقات۔ ۴۔ دیگر ذرائع مثلاً لیکچروں اور پارٹیوں وغیرہ کا اہتمام۔ ۵۔ مرکزی نمائندوں کی ملاقاتوں کا انتظام۔

نوٹ:۔ نتیجہ اعداد و شمار کے ساتھ ظاہر کیا جائے۔

۵۔ شعبۂ اطفال۔ کل نمبر ۲۵

مجلس خدام الاحمدیہ کی طرز پر مجلس اطفال الاحمدیہ کو چلایا جائے خصوصاً

۱۔ نمازوں میں شغف۔ ۲۔ نظام کی پابندی۔ ۳۔ چندوں کا التزام۔ ۴۔ زبان کی صفائی۔ سچ اور دیانت کا معیار بلند کرنے کی کوشش۔ نتیجہ حتی الامکان اعداد و شمار کے ساتھ ظاہر کیا جائے۔

۶۔ شعبۂ تربیت۔ کل نمبر ۲۵

۱۔ نماز باجماعت کی ترویج۔ ماہانہ رپورٹ اعداد و شمار اور ترقی ظاہر کرے۔ ۲۔ اہتمام رمضان۔ ۳۔ اسلامی اخلاق اور شعار کا رواج۔ ۴۔ لغویات سے پرہیز۔ ۵۔ نظام سلسلہ کی پابندی۔ ۶۔ نظام وصیت کو رائج و راسخ کرنے کی مساعی۔

۷۔ شعبۂ خدمت خلق۔ کل نمبر ۲۵

۱۔ غرباء اور مستحقین کی امداد کے لئے مستقل انتظام۔ ۲۔ مریضوں کی دیکھ بھال۔ علاج و معالجہ اور فرسٹ ایڈ کے متعلق مستقل انتظام۔ ۳۔ انسداد بیکاری۔ ۴۔ انفرادی خدمت خلق۔ ۵۔ ہنگامی مواقع پر مثلاً سیلاب۔ بارش وباء وغیرہ کے وقت ملکی اور انفرادی نقصان کا ازالہ کرنے کے لئے اجتماعی کوشش۔

۸۔ شعبۂ تحریک جدید و وقف جدید۔ کل نمبر ۲۵

تحریک جدید و وقف جدید کی علیحدہ علیحدہ رپورٹ کہ

۱۔ کتنے فیصد خدام شامل ہیں۔ ۲۔ خدام کی کوشش سے کتنے فیصد کا اضافہ ہوا۔ اور کل کتنے نئے ممبر شامل ہوئے
۳۔ وعدہ جات میں گذشتہ سال کے مقابل پر کتنا اضافہ کروایا۔
۴۔ وصولی کے بارہ میں کیا کوشش کی گئی۔

۹- شعبۂ وقارِ عمل۔ کُل نمبر ۲۰

۱- انفرادی طور پر نوجوانوں میں وقارِ عمل کی روح پیدا کرنے کی مساعی یہاں تک کہ کسی کام سے عار باقی نہ رہے اور روزمرّہ کے کام ہاتھ سے کرنے کی عادت ڈالنا۔

۲- اس ضمن میں اجتماعی کوششیں۔ ماحول کی صفائی۔ سڑکوں یا عمارات وغیرہ کی تعمیر۔ وغیرہ وغیرہ۔

۱۰- شعبۂ صحتِ جسمانی۔ کل نمبر ۱۵

۱- مجلس کی طرف سے صحت کے بارے میں تمام خدام کا معائنہ اور نگرانی کہ وہ کسی نہ کسی ورزش یا کھیل میں حصہ لیتے ہیں جس کا کم از کم معیار مقرر ہے۔ اور مختلف کھیلوں کا حسبِ ضرورت انتظام کرنا۔

۲- حتی الامکان ٹورنامنٹ اور دیگر تفریحی پروگرام مثلاً صحت افزاء اور قابلِ دید مقامات میں خدام کے وفود بھجوانا۔ ٹرپ کا انتظام کرنا وغیرہ۔

۱۱- شعبۂ تجنید۔ کل نمبر ۱۵

۱- مکمل فہرست خدام کے کوائف کی تیار کر کے اس کی ایک نقل مرکز میں بھجوانا۔

۲- باقاعدہ ریکارڈ درست رکھنا اور اس کی اطلاع مندرجہ ذیل طریق پر ہر ماہ مرکز میں بھجوانا۔

ا۔ کتنے نئے خدام مجلس میں شامل ہوئے (اطفال اور دوسری مجالس سے)۔ ب- کتنے عمر کے لحاظ سے انصار میں شامل ہو گئے۔

۱۲- شعبۂ صنعت و تجارت۔ کل نمبر ۱۰

۱- خدام میں بصورت دلچسپی (Hobbies) مختلف صنعتیں سیکھنے کا شوق پیدا کرنا اور ذرائع بہم پہنچانا۔

۲- بیکاروں کو صنعتی کام سکھا کر ذریعہ معاش بہم پہنچانا۔ ۳- خدام کو تجارت کی ترغیب دینا اور تجربہ کار ہوشیار تجّار کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ خواہشمند خدام کی رہنمائی اور امداد فرمائیں تاکہ جماعت میں تجارت فروغ پائے۔

۱۳- شعبۂ اشاعت۔ کل نمبر ۱۰

۱- مجلس کے رسالہ جات کی اشاعت کو فروغ دینا۔ ۲- مجلس کی کارگزاری سے احسن رنگ میں عوام کو مطلع کرنا۔

۱۴- متفرق مساعی۔ غیر معمولی کام اور مرکز کا عام تاثر۔ کل نمبر ۳۰

۳۰ نمبروں کو متفرق مساعی۔ غیر معمولی کام اور مرکز کے عام تاثر کے لئے ریزرو رکھا جائے۔ نیز ہر سال کے شروع میں ایک یا دو امور کو مرکز اُس سال کا خصوصی پروگرام قرار دے کر ان نمبروں میں سے کچھ ان کے لئے مخصوص کر دے۔

جنرل نوٹ:- (۱) بز ۵۰ نمبر حاصل کرنے والی مجلس کو علَمِ انعامی کے مقابلہ میں شامل نہ کیا جا سکے گا۔

۲- اگر مقامی مجلس کے دائرۂ عمل سے کوئی متذکرہ بالا شعبہ الگ کر دیا جائے تو باقی شعبہ جات میں حاصل کردہ نمبروں کی اوسط فیصد نکال کر متعلقہ شعبہ کے نمبر اسی فیصد سے دیدئیے جائیں گے۔ (فیصلہ جات شوریٰ خدام الاحمدیہ ۱۹۶۱ء)

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

عہدیداران تعلیم مجالس خدام الاحمدیہ کی خدمت میں ضروری گذارش

رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہے۔ قرآن کریم کا رمضان سے خاص تعلق ہے کیونکہ اس بابرکت مہینہ میں ہی یہ نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ پھر حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں قرآن کریم کا دور پورا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری رمضان میں دو مرتبہ قرآن شریف کا دور پورا کیا۔ لہٰذا تمام خدام کو ان مبارک ایام میں قرآن مجید پڑھنے۔ پڑھانے اور اس کے معارف سمجھنے کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس خدام الاحمدیہ کے فرائض میں شامل فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن مجید پڑھائیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"خدام الاحمدیہ کا اہم فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ممبروں میں قرآن کریم باترجمہ پڑھنے اور پڑھانے کا انتظام کریں"

پھر فرماتے ہیں:۔

"اگر مجلس خدام الاحمدیہ ہر جگہ نائٹ سکول کھول دے اور لوگوں کو جنہیں قرآن کریم کا ترجمہ نہیں آتا۔ ترجمہ پڑھانا شروع کر دیں تو یہی ایک ایسی خدمت ہوگی جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق بنا دے گی"

لہٰذا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے پیش نظر تمام خدام کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ میں قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے اور پڑھانے کے کام۔ نیز ہر صبح تلاوت قرآن مجید کی طرف پوری توجہ فرمائیں اور بعد میں بھی اس بابرکت کام کو جاری رکھیں۔

بہت سی مجالس نے اپنے اراکین کو قرآن کریم ناظرہ۔ باترجمہ اور نماز باترجمہ جیسے اہم امور پڑھانے کا انتظام کیا ہوا ہے اور بعض نے اسی سال شعبہ تعلیم کے توجہ دلانے پر یہ نہایت بابرکت کام شروع کیا ہے۔ لہٰذا بقیہ مجالس کے قائدین کرام اور عہدیداران تعلیم سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس نیک نمونہ پر عمل کرنے کی پوری کوشش فرمائیں۔ اور اپنی ضروریات اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فوری طور پر نائٹ کلاسز کے قیام کا ضرور بندوبست فرمائیں اور پھر انہیں ایک معین پروگرام کے ساتھ باقاعدگی سے جاری رکھیں اور اپنی کارگزاری کی رپورٹ معین اعداد و شمار سے مرکز میں بھجواتے رہیں۔

مہتمم تعلیم

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ
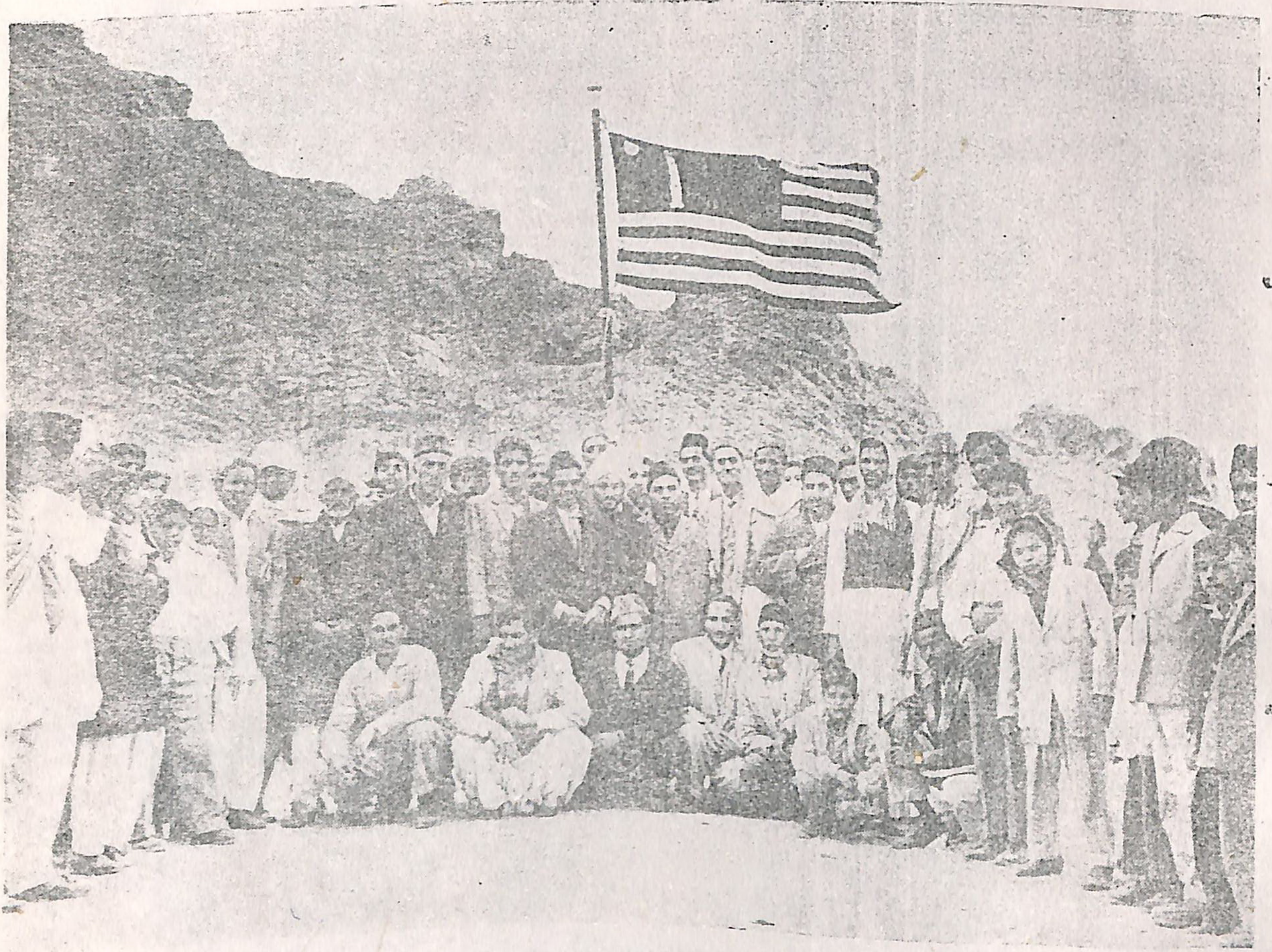
مجلس کراچی کے اراکین دفتر مرکزیہ کے کارکنان کیساتھ عام انعامی تھاسے کھڑے ہیں

قائد صاحب مجلس لائلپور
جلسہ سالانہ ۱۹۶۲ء
کے دوران حضرت مرزا
بشیر احمد رضہ کے
دست مبارک سے
۶۱ - ۶۲ء کیلئے علم
انعامی حاصل کر
رہے ہیں -
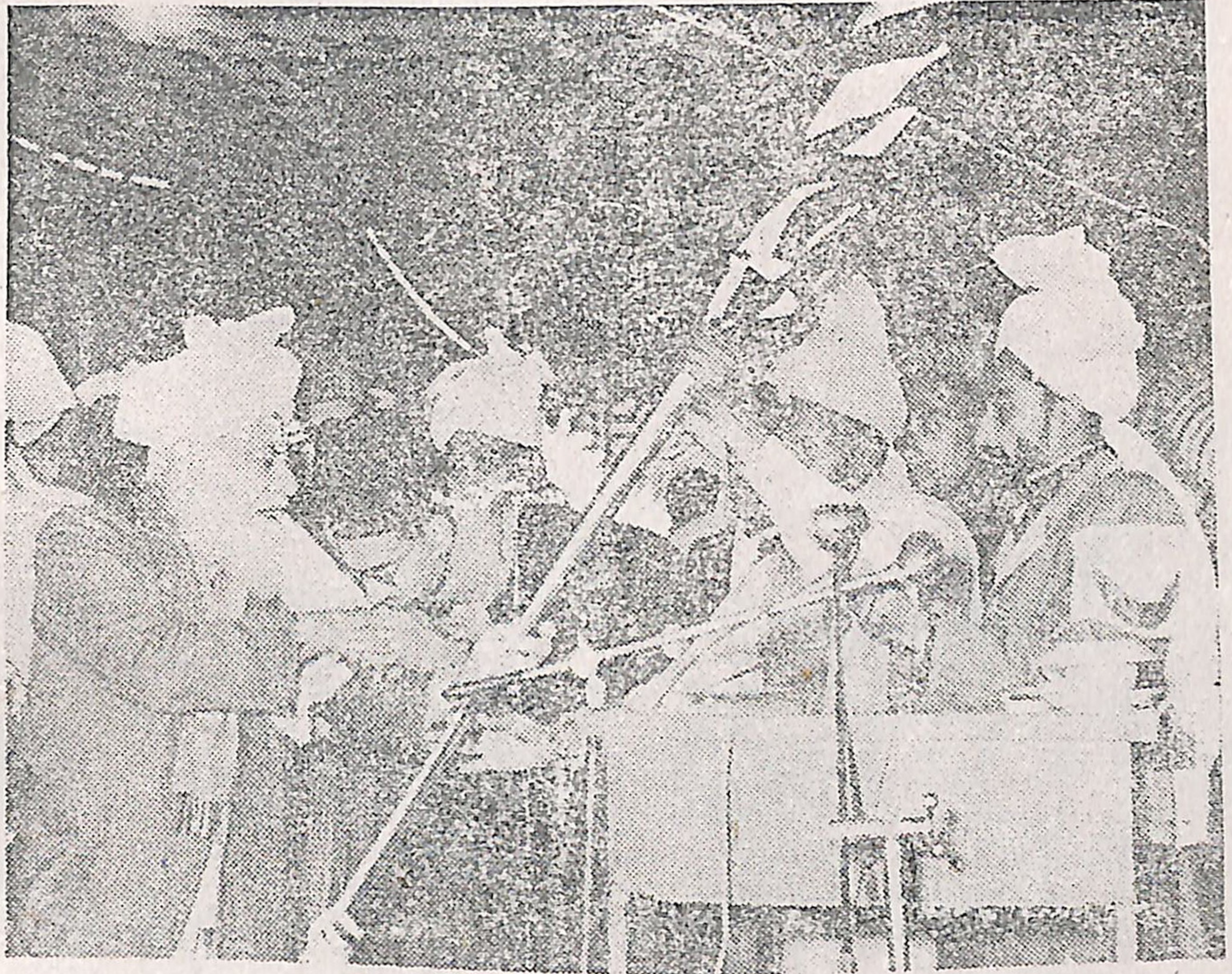
مجلس لائلپور کے
عہدیداران و اراکین
علم انعامی کیساتھ -

نصر اللہ خان ناصر؟ — [illegible]